UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222178
UNIVERSAL
LIBRARY

2220/78

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱۵ع۳۳۳ Accession No. ۲۹۱۹

Author رشید النحری ۔ س

Title شام زندگی

This book should be returned on or before the date last marked below.

شبِ زندگی

تصنیف

مصورِ غم علامہ راشد الخیری

مصنفہ صبح زندگی، شام زندگی وغیرہ

[illegible]

تمام زندگی کا دائمی حق اشاعت علامہ راشد الخیری نے مجھے دیدیا ہے اس لیے کوئی صاحب اسے یا اس کے کسی حصہ کو بطور خود چھاپنے کا ارادہ نہ کریں ورنہ اخلاقی و قانونی جرم کے مرتکب ہوں گے۔ ہاں کتب فروش حضرات اس سے فائدہ اٹھانا چاہیں تو معقول کمیشن پر اس کی جلدیں دفتر نظام المشائخ و خطیب دہلی سے خرید سکتے ہیں

جس کتاب پر پبلشر کے قلمی دستخط نہ ہونگے وہ مال مسروقہ ہوگی

ایڈیٹر خطیب و نظام المشائخ دہلی

مصور غم علامہ راشد الخیری

کیفیت

خاتونہ کا جہیز

کہنے کو توکل کی بات ہے، مگر آج آٹھ برس ہونے آئے کہ مرحوم شمس العلما مولوی
نذیر احمد صاحب نے دوران گفتگو میں تعلیم نسواں پر بحث کرتے ہوئے صبح ز
ظاہر کی، اظہار خیال کی دیر تھی۔ چاروں طرف سے تقاضے ہونے
کوئی تکمیل کتاب کا خواہشمند تھا، کوئی حق تصنیف کا طالب، گ
تھی، اور بازار مندا۔ گمان غالب یہ تھا کہ دھندا چلنے والا نہیں ہیں ب
توسیع تعلقات کا چور ہوں، اسی طرح میل ملاقات سے بیزار، ذاتی اہتمام میرے
بس کا کام نہ تھا۔ اتنی ہمت نہ تھی کہ کتاب لکھوں اور [illegible] نالموں
گر مخزن مرحوم (اللہ اللہ کیا دن تھے کہ پھر نہ آئے اور کیا راتیں تھیں کہ دوبارہ
نہ پلٹیں) قدردانی کے قدموں سے آگے بڑھا، اور میدان ادب میں ایسے پاؤں
گاڑے کہ صبح زندگی لکھوا کر چھپا چھوڑا۔ کتاب کا پہلا حصہ ختم ہو گیا، مگر کچھ ایسی افتاد آ
پڑی کہ مخزن وہ مخزن ہی نہ رہا۔ جس بعد حسرت و یاس دوسرا حصہ ذہن میں
ایک گوشہ میں پڑا رہا۔ دل پھڑکتا تھا، طبیعت بے چین ہوتی تھی، مگر زمانہ کی رفتار
واز بلند کہہ رہی تھی کہ نہ مخزن زندہ ہو کر آئے گا، نہ صبح زندگی کا دوسرا حصہ پورا
ہوگا۔ درخواستیں بہت تھیں فرمائشوں کا ڈھیر تھا۔ مگر سب ناقص اور ادھوری
تھیں۔ میاں واحدی سلمہ کی دو برس کی پیاری بچی **زاہدہ خاتون** نے
ہمت اٹھا کر کلیجہ سے آ لگتی، ابھی خالی خولی نہیں بھرتی پڑی تھی، آنکھیں
میں، گردن مٹکاتی، اور اپنی ٹوٹی پھوٹی زبان میں جس کا سمجھنے والا میرے
کوئی نہ تھا۔ اپنے حق کی طالب ہوئی۔

ہماری بچیوں کی حالت، غیروں کا کیا شکوہ کو اپنے ہی میں کونسی اچھی ہے۔ یہ ننھی سی خاتون خدا اس کی عمر دراز کرے آج گھر بھر کا کھلونا ہے مگر آ رہا وہ وقت کہ چھوٹے بھائیوں کے کام اور گھر بھر کا انتظام اس کی زندگی کا مقصد ہوگا، اور وہ دن بھی دور نہیں، جب یہ بنگالے کی مینا جو آج چاروں طرف گونگے پن میں باتیں مٹکاتی پھرتی ہے، اپنا کوار پتہ پورا کر ماں باپ کی چوکھٹ سے پالکی میں سوار ہو اپنی سسرال پہنچے۔

ننھی ننھی چوڑیاں پہننے والی خاتون، خدا تجھے نظر بد سے بچائے، میکے کے دن اب ختم ہوئے، ماں باپ کو ہزاروں کا زیور دینا نصیب، مگر شام زندگی تیرے جہیز کا سب سے بیش بہا زیور ہے۔ خدا باعتبار اعمال و افعال تجھ کو دوسری ثابت کرے میں اسوقت نہ ہوں گا۔ مگر یہ کتاب موجود ہوگی، شام زندگی تیری صورت اور یہ دن یاد دلائے گی۔

الٰہ العالمین اپنے حبیب کے طفیل سے وہ وقت جلد لا کہ خاتون اس کتاب کی بہار دیکھے، شام زندگی اس کا دستورالعمل و با خلق عیال اللہ اس کا نیک عمل ہو۔

راشد الخیری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وہ تو خدا بھلا کرے پیاری پھوپھی کا جنہوں نے روزے نماز کے ساتھ تمام دنیا کے نشیب و فراز اور شادی کا اصل راز اپنی بھتیجی کو سمجھا دیا تھا۔

جیسی ساس کے ہاتھوں نسیمہ کی وہ مٹی پلید ہوئی کہ شاید جان سے گئی۔

سسرال میں قدم دھرتے ہی نسیمہ کا پہلا کام یہ تھا کہ وہ شوہر کی عادات و خصائل سے جس قدر جلد ممکن ہو کما حقہ واقف ہو جائے۔ چنانچہ اس میں اس کو زیادہ وقت نہ لگا۔ مگر واقف ہو کر سب سے بڑی مشکل یہ پیش آئی کہ بعض باتوں میں دونوں میاں بیوی کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ حالانکہ وہ شب و روز صرف اس کوشش میں سرگرم تھی کہ جس طرح ممکن ہو، یا میں میاں کی ہم خیال ہو جاؤں، یا اس کو اپنے موافق بنا لوں، تاکہ وہ لڑائی دن کے جھگڑے جو عام گھروں میں برپا ہوتے ہیں اور جنکی بڑی وجہ اگر غور کیا جائے تو بعض میاں بیوی کے خیال کی مخالفت ہوتی ہے قطعاً نیست و نابود ہو جائیں۔ مثلاً بیوی کو سرخ رنگ زیادہ پسند ہے لیکن میاں کو اس سے قطعی نفرت ہے تو ظاہر ہے کہ بیوی اپنی رغبت کی وجہ سے اکثر اس رنگ کا استعمال کرے گی۔ مگر بجائے اس کے کہ وہ لباس شوہر کو بھلا معلوم ہو، زہر دکھائی دے گا۔ یا ایک بیوی ہے کہ ہر وقت اپنے کسی عزیز کی تعریف میں مصروف ہے اور شوہر اس کو پسند نہیں کرتا لیکن اس خیال سے کہ بیوی کو

س کے سامنے کچھ کہتا ۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ یہی تذکرہ ناگوار ہوتے ہوتے نفرت کی
دل و پہنچ جائیگا۔ اور اس طرح شوہر کے دل میں یہ بیج پرورش پا کر ایک زمانہ میں
اسا اچھا گھنا درخت ہو گا۔ اور یہ میل کا بیل بڑھتے بڑھتے جھگڑا اور پھر بہانہ
نے گا۔ اس لیے بیویوں کا پہلا فرض یہ ہونا چاہیے، کہ وہ یا شوہر کو اپنا ہم خیال
کریں یا خود اس کی ہم خیال ہوں اور کسی طرح خیال کی مخالفت کا خاتمہ ہو۔ یہی تھا
اصول جس پر نسیمہ کی زندگی کا دارومدار تھا۔ لیکن ایک بڑی ٹیڑھی کھیر تھی
بعض معاملات میں زوجین کے خیالات میں بعد المشرقین تھا۔ نسیمہ نماز کی
پابند کہ موقع ملے تو تہجد و اشراق تک نہ چھوٹے۔ نسیم اس نام سے بیزار کہ بس چلے
بقرعید کی بھی صاف اڑا جائے اس میں البتہ نسیمہ کو کچھ سوچنا پڑا۔ اور بہت
سی چھوٹی باتیں ایسی تھیں کہ اس نے زبردست قربانی کی۔ اور شوہر کو کچھ کہنے
کا موقع نہ دیا۔ وہ رنگین کپڑوں کی بچپن سے دلدادہ تھی۔ مگر اتنا پتہ لگتے ہی کہ نسیم
کو نفرت ہے اس نے یکلخت سفید لباس اختیار کر لیا۔ حالانکہ چاروں طرف سے
اس پر بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ بعض نے تو یہ بھی کہا کہ بیٹی تم کو وہم نہیں آتا۔ نسیم
زیور پسند نہ کرتا تھا۔ نسیمہ نے جہیز کا زیور تیسرے دن سے جو صندوقچہ کے سپرد کیا
تو پھر پہننے کا نام لیا، یہاں تک تو کام آسانی سے نکلا، مگر مذہب کے متعلق جب ٹٹولا
میاں کو خدا سے کوسوں دور پایا۔ خود لامذہب ہونے کے قابل تھیں، میاں کو
دکھانے کے لائق نہیں، رات دن سوچتی اور کچھ نہ کر سکتی۔ کئی دفعہ ایسا ہوا
نسیم نے بیوی سے کوئی مشورہ کرنا چاہا۔ مگر یہ دیکھ کر کہ وہ نماز پڑھ رہی ہے خاموش
ہو گیا۔ نسیمہ اس خاموشی پر خوش نہ ہوتی، بلکہ اسکو اندیشہ ہوا، اور کچھ غلط بھی نہ ہوا کہ
خاموشی ایک دن رنگ لائیگی، اور اگر اس کا علاج نہیں کرتی تو نہ معلوم کیا ہو۔
مگر تو وہ شروع ہی سے تھی کہ ہمت نہ پڑتی تھی کہ اس معا

شو رے ایک ز کے وقت ن بات ہ یوی دلانے کے لیے قسم لے

دور ب بیوی کے نے خدا کی قسم کہائی بھلا اس سے اچھا موقع

اور کر سکتا تھا، خدا میاں کی زبان سے سنتے ہی نسیمہ سنبھل بیٹھی اور بولی

گڑا کہ نہ کہکر پوچھ نے اپنی بات کا یقین دلانے کے لیے ایسا نام لیا

کہ مجھ ن آگیا۔ مگر نام کو ایسے موقعوں کے سوا کسی اور وقت کبھی یاد کرتے ہو

لمان ہوں، مسلمان کی گود میں بڑھا، مسلمان ماں کے دودھ سے پلا، مسلمان

گھر پائی، مسلمانوں میں رہا سہا، بھلا پھر میں خدا کو کیوں نہ جانونگا۔ کیا تم

مجھے ہتیں۔

ز وبہ میں اس قسم کا فتوے دینے والی کون، مگر میرے سوال کا جواب

دو لو، بڑی مشکل سے تو ہاتھ آئے ہو خدا کے جاننے اور ماننے کا

ذکر ال یہ بھی کہ لے ایسے موقعوں کے سوا اور کبھی کبھی یاد کرتے ہو

رو کرتا ہوں

نسیمہ ک ب ، گر

قسم رات

نسیمہ کچہری کی مجبوری اول تو مجبوری نہیں، ا... ر بالفرض مان بھی لوں تو صبح اور عشا تو گھر میں ادا ہو سکتی ہے، علاوہ ازیں اب اتنے روز سے جو چھٹی پر ہو یہاں کون سی ضرورتوں کی تکمیل ہے۔

قسیم تم تو سری ہو گئیں، مطلب کہو کیا چاہتی ہو، اچھا میں کل سے نماز پڑھا کرونگا

نسیمہ نہیں ایسی نماز کی ضرورت نہیں میں تم سے مفصل بحث کرنی چاہتی ہوں، مجھے بھی ایسی تدبیر بتا دو، کہ میں اس سے چھٹی پاؤں۔

قسیم واہ یہ خوب کہی! فرض ہے، میں کس طرح چھٹی دلا سکتا ہوں۔

نسیمہ اسبحان اللہ میرے لیے فرض، تمہارے لیے مجبوری۔

دونوں میاں بیوی اس فقرے پر دیر تک ہنستے رہے۔ اور سلسلہ کلام چند لمحے کے واسطے منقطع ہو گیا قسیم سمجھا سیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت،، چھٹکارا ہوا مگر نسیمہ کیا چھوڑنے والی تھی۔ اس نے کہا۔

" یم ... کا م ... سے بہتر سمجھتے ہو، اور جو کچھ کہنا ہے
... ر نہیں ہو سکتا کہ
... کی عظمت کا
... ہیگا اور
... ے گا
... تی
... ا

کہ حشر دوزخ وغیرہ کچھ نہیں، تو ہمارا کیا بگڑا، بہرحال دنیا میں بہت سی خرابیوں سے بچے، اور اگر یہ خیال ٹھیک ہی، اور یقیناً ٹھیک ہے، تو پھر فرمایئے اس وقت کیا گزرے گی، رات تم نے بہت سی کتابیں پڑھتے ہو کبھی اس اچھی کتاب کو بھی تو غور سے دیکھو، میں اس لیے نہیں کہتی کہ محض عقیدتاً بلکہ باعتبار ادب سچ کہتی ہوں، وہ لطف آئے گا کہ تمام مصنفوں کو بھول جاؤگے۔

دونوں میاں بیوی آرام کرسیوں پر لیٹے تھے، اتنا کہہ کر نسیمہ سنبھلی اور کہنے لگی، لو غور سے سنو، آنکھیں بند کر کے جو اللہ کی بندی نے دو رکوع پڑھے ہیں، تو تسیم سناٹے میں رہ گیا۔

خوش الحان عورت، قرات سے واقف کلام اللہ جیسی کتاب ایک ایک حرف تیر کی طرح تسیم کے کلیجے میں گڑ رہا تھا۔ اپنے افعال کو یاد کر کے اتنا رویا کہ ہچکی بندھ گئی، نسیمہ ختم کر چکی تو وہ بیساختہ اٹھا۔ اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا میں آج سے تمہارا مرید ہوتا ہوں، اب انشاء اللہ نماز قضا نہ ہو گی۔

نسیمہ نے شوہر کا ہاتھ سر پر رکھ لیا، اور کہا کیا کہتے ہو میں تمہاری کنیز ہوں خدا ہمارے ارادوں میں برکت اور وعدوں میں صداقت عطا فرمائے

(۲)

ساس بہوؤں کے تعلقات ایک نسیمہ ہی کے ساتھ کیا تمام دنیا میں عجیب ہیں تسیم کی ماں لاکھ پڑھی لکھی اور ہزار بزرگوں کی ملنے والی تھی مگر اس آگ سے وہ بھی محفوظ نہ رہ سکی بیٹے کو دیکھا تو وہ ساعت بساعت اور لمحہ بہ لمحہ بیوی کا مرید ہوتا چلا جا رہا ہے بہو کو دیکھا تو وہ ہشاش بشاش بہتیرا ضبط کیا مگر پھر عورت تھی بات لا کر [illegible] تک تھا کہ مٹھائی کے ٹوکرے ترکاری کی چھلیاں سب کے آگے، [illegible] رچہ کچھ دونو میاں [illegible]

لینا پڑا، المختصر اختیار میں آیا فرق، وقار میں ہوئی کمی، بہو [illegible] کی لو در کنار الٹا بیر پڑ گیا، دیکھ دیکھ کر انگاروں پر لوٹتی، مگر سمجھدار عورت زمانہ برتے ہوئے سینکڑوں سا سیں اور ہزاروں بہوئیں دیکھے ہوئے، خاموش رہتی، اور اُف نہ کرتی۔

نسیمہ ناتجربہ کار، کم عمر، بھولی بھالی سیدھی کچھ بھی تھی، مگر دودھ پیتی بچہ نہ تھی سودائی نہ تھی، سڑن نہ تھی، ساس کے تیور صاف پہچان گئی یا تو وہ شورا شوری کہ دن بھر نندوں کا بھابی جان، بھابی جان کہتے منہ خشک ہو رہا ہے، دیور میں کہ دن رات بھاوج کی گود میں گھسے ہوئے ہیں، یا یہ بے کلی کہ سات سات آٹھ آٹھ گھنٹے نسیمہ اکیلی کمرے میں گھٹی بیٹھی ہے اور کوئی جھانک کر جھانکنے تک نہیں، چاروں چالوں تک تو ساس کی یہ عنایت مہربانی کہ چوتھے چالے میں بہو کا ذرا بنڈا اچھا کا سنا تو دو دفعہ مغلانی کو بھیجا اور دس بجے رات کے ڈولی کر خود دیکھنے پہنچیں، مگر چالوں کے ختم ہوتے ہی وہ شفقت و محبت ختم ہو گئی، کبھی کو پوچھنا گناہ، بیمار کو دیکھنا حرام، پھر بھی اپنی طرف سے نسیمہ بہت کچھ لگی لپٹی رہی، جو معمول اول دن سے مقرر تھا اس میں فرق نہ آنے دیا، علی الصباح اٹھی، پانی گرم کیا، نماز تلاوت سے فارغ ہوئی اور ساس کے سلام کو حاضر، دوپہر کو ادھر میاں کچہری گیا، ادھر وہ کھانا پکا، سینا پرونا لے ساس کے پاس آ بیٹھی، دیوروں کے کپڑے سیئے نندوں کا سر دھلایا، غرض سعادتمند بہو کے جو کام ہوتے ہیں وہ کرنے اور شریف بیٹیوں سے جو توقع کی جا سکتی ہے، وہ پوری کرتی، مگر اس بغض للّہی کا کیا علاج کہ بہو سر سے کنواں کھودے اور ساس کی سمجھ میں نہیں آئے۔

چھ مہینے کے قریب اسی طرح بسر ہو گئے اور نسیم کی چھٹی ختم ہونے آئی میکہ کچھ زیادہ دور نہ تھا، ڈیڑھ پونے دو گھنٹے کا راستہ، مگر اس کا

چلتا تو وہ دم بھر کو بھی بیوی کو آنکھ

خود ہی اسکے متعلق کچھ انتظام کریں،

ہیں اور جانے میں صرف دو روز رہ

نہ ہو، تو تم بھی ساپلوں کی سیر کرلو۔

نسیمہ مجھے چلنے میں کیا عذر

تشریف لے چلیں تو بہت

نسیمہ مجھے ا... نہ ... ک

نسیمہ قہ

نہیں - اگر

نسیمہ

اگر زندگی کا عین مقصد

مصیبت اور بڑوں کے

شوہر کے ...

سیم نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ وہ خود ہی معاملہ کو ماں سے
باس جاتا، اور بیٹھتا لیکن اس ضرورت کے پیش آتے
ہنچی کہ کئی دفعہ قصد کیا مگر زبان نہ اُلٹی۔ آخر جلنے
ہمس کر اس طرح کہا۔
نے پینے کی سخت تکلیف ہے، نوکر کم بخت اتنا
ں نہیں ہو سکتا، اگر چند روز کے واسطے

ہی کالے جاتے، جو صاف بات ہے
سے یے ہو ا یا در کہتا کہ بیویں

یا تشویش ہوتی، شادی کے
تھا، سنکر خاموش ہو گیا

شنید جانا

کڑکڑاتے جاڑے ... تھے مہاوٹ پڑ رہی تھی، اور استانی جی شدت بخار سے بے ہوش پڑی تھیں ... کے افلاس کا حال تو نسیمہ کو پہلے ہی سے معلوم تھا، مگر یہ خبر نہ تھی کہ ایسی بپتا پڑی ہے۔

نسیمہ کیسی ہی ... ساس کی بہو کیوں نہ ہو، مگر پہلو میں ایسا دل لائی تھی جس میں ہمدردی کا دریا ... لت لہریں لے رہا تھا۔ استانی جی کو جاڑے پر جاڑا چڑھ رہا تھا اور بیری کی طرح ... تھر کانپ رہی تھیں، دیکھتے ہی تڑپ اٹھی، سر پر جہیز کی قیمتی رضائی تھی اڑھا کر چاروں طرف سے دبا بیٹھ گئی، سردی کم ہوئی تو استانی جی نے آنکھ کھولی، دیکھتی ہیں تو نسیمہ کی آنکھ سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے ہیں، بیٹھی پاؤں دبا رہی ہے۔ بیتاب ہو گئیں۔ لیٹے ہی لیٹے کلیجے سے لگا لیا دعائیں دیں اور کہا:

"نسیمہ پیاری یہ رضائی مجھ بیمار کو کیوں اڑھا دی"۔

نسیمہ: یہ رضائی کیا اگر میری کھال بھی آپ کے کام آئے تو مجھے فخر ہے، ڈولی تیار ہے، آپ ذرا میرے ساتھ ہسپتال تشریف لے چلئے۔

نسیمہ کی ساس کو ان بیچاری استانی سے پرانی عداوت تھی، ادھر تو یہ ہسپتال پہنچیں، ادھر سے وہ چھوٹی بیٹی کو لیکر آئیں۔ بہو کی رضائی پہیا استانی کے سر پر دیکھ کر آگ لگ گئی، سیانی ہو کر غصہ میں ایسی دیوانی ہوئیں کہ لڑکی کا دکھانا بھی بھول گئیں اور ... میں نسیم غریب اپنا اسباب ٹھیک کر رہا تھا، آتے ہی اس پر برس پڑیں ...

جم ... ی بہوئیں آئیں، جو ہمارے دشمنوں کو دوست بنائیں غضب ... دشمن ... کی خالہ اماں جہیز کی تین بھاری رضائی اوڑھے ہے ... بہو نے پہلی ... ی چھوڑ دی تو آج بیوی کی رضائی گئی، کل ... میں نے ہی ... یں سنا ہے کہ میاں پردیس سدھارے ...

ہاتھوں کی سیر یا کرتی پھرتی ہیں۔

نسیم کچھ تک جواب بھی نہ دینے پایا تھا کہ زاہدہ جا اٹھی اتنا اس نے بھی دیکھا کہ بیوی گئی تھیں رضائی اوڑھ کر اور آئیں خالی ہاتھ، سر پر فقط دوپٹہ ... دل پہلے ہی کمزور ہو رہا تھا، ماں کے تنو مند ... سے نسیم بھی لڑکھڑا گیا ... ماں کو سلام کر اپنے کمرے میں آئی اور میاں نے پوچھا۔

کہاں کہاں کی سیر کی، اتنی قیمتی رضائی استانی جی کو اڑھانے کی کیا ضرورت تھی وہ تو ... تمہاری دشمن ہیں۔

نسیمہ تمہارے سوائے کسی اور کے ساتھ بھی سیر ہو سکتی ہے، استانی جی میری ماں ... انھوں نے مجھ کو پڑھایا لکھایا حیوان سے انسان بنایا۔ عقل کی باتیں بتائیں، زندگی کے اصول سکھلائے محنت کی مصیبت اٹھائی۔ دنوں جان کھپائی راتوں دماغ پھرایا، گرمی کے لمبے دن جاڑوں کی پہاڑ سی راتیں میری تعلیم پر برباد کیں، خدا نے جان دی، انہوں نے ایمان دیا، ماں باپ نے دنیا دی انہوں نے دین دیا۔ قدرت نے عمر دی، انہوں نے علم دیا، استانی جی نے جو آج میری رضائی کی محتاج تھیں اس فانی دنیا میں مدتوں راج کیا ہے ان کی مصیبت عبرت کی تصویر ہے وہ خوشحال باپ کی بیٹی اور ایک رئیس اعظم کی وہ بیوہ ہیں جنکو قسمت نے زندگی کے چار پھول دیکر چھین لیے، اور خود جس کے آگے چار چار نوکر تھے وہ ایک کھنڈر میں زندگی بسر کر رہی ہیں۔ کیا میرا ایمان یہی تھا کہ میں اپنے تندرست جسم کی حفاظت رضائی سے کروں، اور خدا کی ایک مخلوق میری محسن جاڑے ... انھوں کے سامنے کپکپاتی رہے۔ رضائی تو کچھی اماں کے ہاں موجود ہے یا پھر دو بیجے آئی ہوں تاکہ اسوقت سے پہلے جب میں اپنے نرم ... ان کے بدن پر لحاف پڑ جائے، وہ یقیناً تمہاری دوست ہے۔

او یہ شادی خانہ آبادی نہیں گھر کی بربادی ہو جاتی ہے۔ انہوں نے جب تمہارے عمر
[illegible] نغت کو پہونچتے تمہاری حمایت لی اور ہوئی ماں کو رضامند کیا، تاہم مجھے انکا
[illegible] اگر تم کہو تو میں ان سے ملنا چھوڑ دوں لیکن میرا ہر رونگٹا آخر وقت تک انکے
احسانات کا اعتراف کریگا، اور میں انکی اور خدمت سے کسی حال میں غافل نہونگی
قسیم خیر غلط فہمی ہوئی معاف کرو۔ اب تم اپنا اسباب باندھو۔
نسیمہ اچھی بات ہے، مگر آج اماجان ناخوش ہیں ایسی حالت میں میرا جانا
بہت نامناسب ہے، تم اسوقت بسم اللہ کرو، اب کے پھیرے میں انشاء اللہ چلونگی
خوشی سے یا مجبوری سے، مختصر یہ کہ قسیم رات کی گاڑی سے روانہ ہوئے، اور
بہو ساس کی رضامندی میں مصروف ہوئی۔

(۴)

نسیمہ کی جٹھانی کلیم کی ماں۔ تھی تو قسیم کی خالہ زاد بہن، مگر عورت کیا آفت
پرکالہ تھی جس نے ساس کو ناک چنے چبوا دیئے چھ برس کی بیاہی چار بچوں
[illegible]۔ پڑھی لکھی ایسی کچھ بھی نہ تھی مگر روزہ سے متنفر، نماز سے بیزار، علم سے بے بہرہ، جاہلوں
[illegible] دار، کلیم میں زور، پلے پر ساس، شیر کی طرح گھر بھر کو زیر کر رکھا تھا، ساس
[illegible] کی جوتی، شوہر بے دام کا غلام، گھر بھر پر حکومت کا ڈنکہ بجاتی تھی قسیم کے
[illegible] دوسرے بھائی کا لڑکا فہیم جس کو ماں باپ سات مہینے کا چھوڑ کر مر گئے تھے، [illegible]
پانچ سال کا گھر بھر کی جان تھا۔ اس کی بھی اتنی مجال نہ تھی کہ کچھ [illegible]
پیتا، دادی اس بچہ پر پروانہ تھی، مگر منجھلی بہو جب آڑے
لتیں، خدا کی قدرت ایک روز علی الصباح کلیم اور فہیم دونوں
[illegible] دونے کی ایک گولی پر لڑائی ہوئی تھی تو فہیم کی مگر کلیم حد نے
[illegible] چھین پائی، گولی جیب میں ڈال لگا رونے

گود میں پروان چڑھا، حمایت کو باپ، شہ دینے کو ماں، ڈرتی اس کی جوتی، اور رحیم بولتا اس کا صدقہ، بیٹے کی آواز سنکر ماں دوڑی ہوئی دروازے پر آئی، بچہ نے تو وہ فیل مچائے کہ ہیل کا بیل بنا دیا، کم بخت بلکتا رہا اور یہ کہتا رہا میرے پیٹ میں فہیم نے لات ماری، کہاں کا رحم، کدھر کا ڈر، اور کیسا انصاف، سنگدل عورت یتیم فہیم کو گھسیٹتی ہوئی لائی اور دروازے ہی میں ایک ایسا دوہتڑ دیا کہ بلبلا اٹھا پانچ برس کی جان اس قصائی کے آگے سہما کھڑا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔

"چچی جان میں نے تو نہیں مارا"

مگر چچی کیا رحم کرنے والی تھی دروازے ہی میں مارے طمانچوں کے منہ لال کر دیا، مار چکی تو دیوار میں ایسا دھکا دیا کہ بچہ لہولہان ہو گیا، خون کی سیلی ہونٹ سے بہہ رہی تھی، خوف کے مارے کانپ رہا تھا۔ مگر آواز مطلق نہ نکلتی تھی۔ بن باپ کا بچہ جس کو اس وقت ظالم سے بچانے والا کوئی نہ تھا، حسرت سے چچی کا منہ دیکھ رہا تھا، معصوم نگاہیں بیکسی کا ثبوت تھیں اور خون کا ہر قطرہ بے گناہی کا دعوے کر رہا تھا۔۔۔۔ اسی حالت میں ایک ہاتھ سے پکڑے اٹھا کر لائی، اور ساس کے آگے یہ کہکر پٹخ دیا، ذرا اس فتنے کی کارستانی تو دیکھو، وہاں بیٹھا دیوار سے سر پھوڑ رہا ہے کہ کوئی کچھ کہے نہیں۔

پھول سا بچہ جس پر یہ چار چوٹ کی مار پڑی اتنی دور کے پھینکنے سے بالکل ہو گیا، دادی نے جلدی سے اٹھا کر گود میں لٹایا نسیمہ پانی گرم کر کے تیار ہوا تو ساس نے کہا منجھلی بہو! بن ماں باپ کے بچو پر

آخر تو میں نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ اتنا بڑا الزام اٹھا اس کے دھوکے میں آ کر مجھکو تنی پڑی با

رہیں اتمہارا اللہ [illegible] ہاں ہر۔

وہ ساس جو نہ [illegible] صفائی پر اسقدر بپھری تھیں، ناہنجار بہو کے سامنے
بالکل خاموش ہوگئیں [illegible] تھیں کہ زبان ہلانی بے سود ہے، اپنا دیا اپنے ہاتھ
نہ ایک کہونگی نہ چار [illegible] گر آدھی بات کہتی ہوں تو سات سنتی ہیں۔ غرض کہ یکی
ساس بہوؤں کے تعلق [illegible] خاص رابطے قائم کرنی اتنی ہی مشکل ہے جتنی میاں
بیوی کے خیالات پر۔ ہر علیحدہ حالات جداگانہ ہیں۔ ہاں نسیم کی ماں سے ہلکو
یہ شکایت ہو سکتی ہے کہ گو نسیمہ نے زندگی بھر ساس کو کبھی جواب تک نہ دیا لیکن حقیقتہً
وہ منجھلی بہو سے محبت کرتی تھیں اس سے جو تھائی بھی نسیمہ کرتیں تو وہ اس
شان کی لڑکی اور اس آن بان کی بہو تھی کہ مرتے دم تک ساس کے پاؤں دھو کر
پیتی، اور منجھلی بہو سے بھی اتنا کہہ سکتے ہیں، کہ اگرچہ ساس نے مرتے دم تک اسکو
کبھی تکلیف نہ دی لیکن اگر وہ نسیمہ سے آٹھواں حصہ بھی ساس کی عظمت کرتی
تو ساس اسکو سر آنکھوں پر بٹھاتی۔

جس طرح بیٹی کی وداع پر ماں باپ یہ سمجھ لیتے ہیں، اور صرف سمجھ ہی نہیں
لیتے بلکہ متوقع ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ میاں بیوی ایک جان دو قالب ہوں اور
ہم سے کچھ زیادہ واسطہ نہ رہے اسی طرح لڑکوں کی شادی کے وقت ماؤں کو یہ
[illegible]ئے، اور سمجھ لینا ہی نہیں یقین کر لینا چاہیئے کہ جو لڑکی اپنے تمام عزیز
[illegible]ور گھر بار کو چھوڑ چھاڑ ہمارے ہاں آ رہی ہے وہ کیا چاہتی ہے۔ اسکی اصل
[illegible]ن مقصد کیا ہے، یہی نہ کہ دونوں ا[illegible] ہو جائیں، پھر اس مقصد کی انجام
[illegible]ی کا باعث کیوں ہو، ہم [illegible] کی تکمیل میں مدد دینی چاہیئے تاکہ
[illegible]ی زندگی کا جو مقصد ہے [illegible] ل ہو
[illegible]ے بہوؤں کو اچھی طرح یاد [illegible] ہیئے کہ آج ہماری زندگی کی حیثیت

ہے لیکن آرہا ہے وہ وقت جب ہمیں سامنا ہوگا۔ اور آج ہم اپنی ساسوں سے ہم وہی سلوک کرنا چاہیے، جو کل ہم اپنی بہوؤں سے توقع رکھتے ہیں۔

فہیم ہوشیار ہوا، تو بخار میں ہل ہلا رہا تھا، چوٹ دماغ پر کاری لگی، ہر چند نسیمہ اسکو بہلا رہی تھی، مگر چچی کا خوف اسقدر طاری تھا کہ چاروں طرف گھبرا کر دیکھتا، اور پھر ڈر کے مارے منہ چھپا لیتا، اسی حالت میں نسیمہ اسکو ساتھ لے اپنی پرانی معلمہ مس میری پی کے پاس لائی جو مشہور ڈاکٹر تھی مہربانی نے نہایت غور سے دیکھا، بخار شدت کا تھا، مگر ڈر بچہ کے دل میں ایسا بیٹھا تھا کہ اسکو ہر طرف ظالم ہی ظالم نظر آتی تھی، لیڈی ڈاکٹر نے صاف کہدیا کہ دماغ پر چوٹ آئی ہے بچہ کو خوش رکھو، اور دوا پلاؤ امید ہے کہ اچھا ہو جائیگا۔ ڈولی میں بیٹھی تو نسیمہ نے فہیم کو کلیجہ سے چمٹا لیا اور خیال کیا کہ آہ اے کمبخت دنیا تیرے جلوے کیسے سیمابی ہیں، یہ یتیم معصوم جس کے سر سے دونوں شفیق ماں اور باپ کا سایہ اٹھ گیا ہرگز ایسی سزا کا مستحق نہ تھا کہ صاحب اولاد عورت کے ہاتھوں مصیبت میں گرفتار ہوتا آج اس بدنصیب بے پرواہ بچی کے سوا کوئی دو آنسو گرانے والا بھی نہیں ہے۔

ان ہی خیالات میں غلطاں پیچاں گھر پہنچی، دوا پلائی، اور بچہ کو رضائی اوڑھا گود میں لے بیٹھ گئی، دادی کی بھی پانچ برس کی محنت تھی، سر بڑے کا سہرا اور مرے ہوئے بیٹے کی امانت تھی۔ آتیں اسکا منہ کھولتیں، پیار کرتیں، اور روتیں مگر بچہ پڑا تھا۔ آدھی ہو رہی تھیں، خدمت کے لائق نہ تیمارداری کے قابل۔

آدھی رات کا سنسان وقت تھا اور تمام گھر بے خبر پڑا سوتا تھا، صرف نسیمہ بچہ کو گود میں لیے بیٹھی تھی، اور دادی جانماز پر بیٹھی دعائیں مانگ رہی تھیں، یکایک بچہ نے آنکھ کھولی اس کے آنکھ کھولتے ہی دونوں کی جان میں جان آئی، پر دودھ کہا تھا، چاہیے چچی دودھ کے نسیمہ پلائے ماتھے پر پیا

اور کہا نسیم میاں کیا ... بتا بچہ

سنگدل چچی کی تصـ ... آنکھیں بھولی نہ تھیں، سہم گیا، اور ہاتھ جوڑ کر کہا

"... میں نے نہیں مارا"

ایک تیر تھا جو نسیمہ کے ... سا، یتیم کی بے گناہی پر تڑپ اُٹھی منہ پر منہ رکھا اور کلیجہ سے لگا کر کہا،

نہیں نہ سہی، لو ... نہیں ... لو دودھ اور پیو

منہ پر منہ رکھے روتی رہی، تو بچہ چونک پڑا پھر آنکھیں کھولیں نسیمہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس نے پھر تتلاتی ہوئی زبان میں رک رک کر سہمے ہوئے کہا

نہیں چچی جان میں نے نہیں مارا

ساس بہوئیں ایک ایسی عورت کے لال پر رو رہی تھیں جس کی ہڈیاں بھی گل کر خاک ہو گئیں، کہ بچہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ چاروں طرف دیکھا، اور تیسری دفعہ اپنی بے گناہی کا اظہار کیا۔

چچی جان میں نے نہیں مارا

اس فقرے کے ساتھ ہی معصوم کو ایک ہچکی آئی اور رخصت ہوا۔

(۵)

قیاس چاہتا تھا کہ نسیمہ کی اس خدمت اور ہمدردی کا ساس پر کوئی نمایاں اثر ہوتا۔ مگر افسوس یہ توقع غلط نکلی ہوا، مگر کم لیکن نسیمہ اس حالت میں بھی ہزار آفرین کی مستحق ہے کہ باوجود ساس کی احسان فراموشی کے وہ بدستور ان کی دلجوئی میں سرگرم رہی، اپنے ضروری کام کاج چھوڑ کر بڑا حصہ انکے ساتھ گذارتی اور اس خیال سے کہ رات کو عالم تنہائی میں بچہ کا خیال بیتاب کرے بعض دفعہ آدھی رات تک اُن کے پاس رہتی اور جب ...

نہ سر کہتی منہ ہی سے جو در حقیقت اس تمام واقعہ کا باعث تھی، انہوں نے کبھی یہ ہم ہی نہ پوچھا، کہ تیرے منہ میں کے دانت ہیں، نہ پوچھا نہ پوچھ سکتی تھیں نہ ہمت تھی نہ جرات، ہاں نزلہ بر عضو ضعیف، جب کبھی مزاج بگڑتا یا پریشان ہوتیں تو وہی لے دیکر ایک غریب نسیمہ، اسی پر غصہ اُتارتیں۔ نسیمہ آخر انسان تھیں بسا اوقات ناگوار گزرتا۔ مگر جانتی تھی کہ انکی حالت خود قابل رحم ہے۔ صدمہ نے رہی سہی اور بھی کمر توڑ دی ہے۔ یہ صبر و تحمل دین دنیا دونو کی فلاح کا باعث ہوچکا

(6)

ہم تو یہ سمجھے تھے کہ چند روز بعد عام دستور کے موافق نسیمہ کی ساس بچہ کا صدمہ بھول بسر جائیں گی مگر پانچ چھہ برس کی محنت تھی فہیم خود تو قبر میں جا سویا لیکن دادی کو زندہ درگور کر گیا۔ اُن کی کیفیت یہ ہوئی کہ لمحہ بھر کو بھی اس کا خیال نہ بھولتیں، دن رات روتیں، اور دیوانوں کی طرح اِدھر اُدھر پھرتیں کبھی اس کے کپڑے نکال کر پیار کرتیں کبھی اس کے کھلونے لا کر چومتیں، رات کو جب سب سو جاتے تو دروازے تک جا پہنچتیں۔ کنڈی کھول باہر نکل جاتیں ماں کی حالت سن ایک مہینہ کے واسطے قسیم بھی آیا، مگر بخار ایسا ہاتھ دھو کے پیچھا پڑا کہ گھل گھل کر بڑی بی کا ہتھنی جیسا ڈیل سوکھ کر کانٹا ہو گیا، روز بروز حالت ردی ہوتی گئی، نوبت یہاں تک پہنچی کہ چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو گئیں اس موقع پر نسیمہ نے ساس کی وہ خدمت کی کہ کنبہ اور عزیز تو درکنار محلہ اور جان پہچان بھی واہ واہ کرنے لگے

صبح کے وقت ایک روز بڑی بی نے نسیمہ کو اپنے پاس بلایا سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا میری تقدیر میں تمہاری بہار دیکھنی نہ تھی، مگر مجھے یقین ہے کہ تم دنیا میں خوش وخرم رہو گی، اور میں دعا کرتی ہوں کہ تم ہمیشہ شاد آباد رہو مجھے افسوس ہے کہ تم جیسی بہو کی قدر نہ کر سکی اور اکثر خواہ [illegible] کی سختی کی لیکن میں اب

فقط ان سب عزیزوں کے روبرو تم سے اس کی معافی مانگتی ہوں، میرے
دل میں جو ارمان تھے وہ دل کے دل میں ہی رہے موت سر پر آ پہونچی، مگر میں سب سے
زیادہ تم سے شرمسار چلی۔ تم بہو تھیں مگر بیٹیوں کی محبت دل سے بھلادی، تم جیسی
عورت دنیا میں ناخوش نہیں رہ سکتی، خوش نصیب تھی وہ ساس جس کو تم
جیسی بہو ملی، اور بھگوان ہوگا وہ گھر جس کی بیوی تم ہوگی۔ الٰہی دنیا کی بہاریں
اور خوبیاں تمہارے واسطے ہوں اور جس طرح تم نے مجھ کو خوش رکھا اسی طرح
تم خوش رہو، میں اس گھر سے رخصت ہوتی ہوں اب اس گھر کی گو عمر میں
چھوٹی ہو، مگر بڑی بوڑھی تم ہی ہو، یہ دونوں کنواری بیٹیاں جو میرے پاس خدا
کی امانت تھیں تمہارے سپرد کرتی ہوں بیٹی بن باپ کی بچیاں ہیں، خطا کریں
تو درگذر کرنا، اور جس طرح آجتک میری عزت کی ہے میری اس آخری درخواست
کی لاج رکھنا نسیمہ بیگم میرا رواں رواں تمکو دعائیں دے رہا ہے۔ وداع کے وقت
ماں اور پھوپی نے گلے لگایا ہوگا، اب میں اس دنیا سے وداع ہوتی ہوں آؤ
میرے کلیجے سے لگو اور میری دعا لو، الٰہ العلمین میری بچی سے بہتر بہو جس نے
ثابت کردیا کہ واقعی بہوئیں بیٹیوں سے بہتر ہوتی ہیں، تیرے سپرد ہے معبود حقیقی
یہ دنیا میں پھلے پھولے، اور جیسا مجھ کو خوش رکھا، ایسے ہی یہ بھی دنیا میں راج کرے

بڑی بی اتنا کہہ کر تھک گئیں۔ نسیمہ تو نسیمہ کیا سب کی آنکھوں سے آنسو
جاری تھے اور رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔ اس کے چوتھے یا پانچویں روز بڑی بی
اپنے اصلی گھر رخصت ہوگئیں۔

(۷)

مرنے والی معمولی گری پڑی عورت تو تھی نہیں، نواب غلام رسول خاں
اسلام آباد کی بیٹی اور رسالدار میر اعتماد الدولہ کی بہو، خود بھی س

جائداد، اور ایک لڑکا نائب تحصیلدار، اور پانچ ہزار کا زیور چھوڑا، موت کی خبر
آناً فاناً تمام شہر میں پھیل گئی اور آنے جانے والوں کا تانتا بندھ گیا قسیم کہنے کو تو
بی اے، پڑھا لکھا، نئی روشنی کا دلدادہ ترک رسوم پر آمادہ تھا، مگر وقت پر اتنا بودا
نکلا کہ کوئی بیٹی بھی خیالات کی ایسی بیٹی نہ ہوگی، پھولوں کا تخمینہ دو ہزار کا تھا
نسیمہ تجہیز و تکفین کے وقت تو خاموش رہی مگر اب اس نے میاں سے صاف کہدیا
کہ یہ فضول صرف، ماحصل دین نہ حاصل دنیا، کس کام کا سوا اس کے کہ اینٹھتے اور
بیٹھے کھٹے اور موٹے تازے مفت کا کھانا اڑائیں، تم کو جو کچھ دینا ہو کسی مسجد، مدرسہ
یا یتیم خانے میں نقد بھیجدو، باقی پھولوں کی رسم بالکل فضول ہے سب کو اطلاع دیدو
کہ کچھ نہ ہوگا، جب ہم پڑھے لکھے ہی ان رسموں میں پڑکر اپنی جڑیں کھوکھلی کردینگے
تو جاہلوں کا شمار کس گنتی میں ہے، ذرا مجھے بھی تو بتاؤ کہ تم نے اس میں کیا فائدہ سوچا
مرنے کے ثواب کے واسطے میں خود زندہ بیٹھی ہوں، جو ہو سکے گا پڑھوں گی اور
پہنچاؤں گی غور کرو، ابھی تمہارے تلے ایک چھوڑ دو بہنیں موجود ہیں انکو بھی آخر بیاہنا ہے
اگر اس وقت یہ پونجی ختم کردی تو اس وقت کس کے آگے بھیک مانگیں گے، اصلی غرض تو
مرنے کا ثواب ہے، اگر وہ حاصل ہو تو میں منع نہیں کرتی چشم ما روشن دل ما شاد، لیکن یہ تو
صرف نام و نمود ہے، اور کچھ نہیں سینکڑوں اللہ کے بندے ان ہی جھگڑوں میں اندھی
بن کر تباہ ہوگئے، کیا تمکو نہیں معلوم کہ یہ رسم اصل میں ہندوستان میں ہندوؤں
سے مسلمانوں نے لی ہے، ورنہ عرب میں جتنے آدمی میت کے گھر تعزیت کو جاتے
ہیں، وہ اپنا کھانا اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور خود صاحب خانہ کو اپنے ساتھ بٹھا کر
زبردستی کھلاتے ہیں، کیونکہ وہ اپنے صدمہ میں اس لائق نہ ہوگا کہ گھر کے کھانے
کا انتظام کرسکے، میرے تو ان آنے والی بیویوں کو دیکھکر ہوش اڑے جاتے
ان کو تو خاصی اچھی عید ہوگئی تھی

سشکر و بشت

سے اڑا دیں، اور خواہ مخواہ منہ ڈھانک کر جھوٹ موٹ کے آنسو گرا دیں۔ ایک یہ بھی میں نے عجیب بات دیکھی کہ بلا وجہ مرنے والی کا ذکر کر کے تکلیف پہنچانا اپنا فرض سمجھتے تھے حالانکہ جو صدمہ ہمکو ہے وہ ظاہر ہے، ان کی ہمدردی کا محتاج نہیں اور جس قدر اچھی وہ تھیں ہم خود جانتے ہیں لیکن اُن کی باتیں یاد کرنا اب ہمارے زخموں پر نمک چھڑکنا ہے، میری ایک سہیلی مس ڈین مجھ سے کہتی تھیں، کہ ہمارے ہاں جب لوگ تعزیت کو آتے ہیں تو ان میں سب سے زیادہ تعریف کا مستحق وہ ہوتا ہے جو صاحب خانہ کو ہنسائے، میرے خیال میں تم کو جو کچھ دینا ہے، انجمن اشاعت اسلام میں بھیجدو میں اپنے ہاتھ سے کھانا پکا دیتی ہوں تم لے کر جاؤ اور یتیم بچوں کو، رانڈوں کو اپاہجوں کو محتاجوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے سامنے کھلاؤ، تاکہ ان کو ثواب پہنچے اور وہ بھی سمجھیں کہ میں دنیا میں ایسے لوگ چھوڑ کر آئی ہوں جو صرف جائداد اور مال ہی کے وارث بننے کو نہ تھے، بلکہ مجھے بھی کچھ دینے والے تھے۔

بیوی کی یہ تقریر خالی جانے والی نہ تھی قسیم کے دل میں گھر کر گئی، اس نے ایک ہزار روپیہ نقد مسجدوں، مدرسوں اور انجمنوں یتیم خانوں میں بھیجکر پرانی تنجن کو خاک میں ملایا، اور بی نسیمہ کی بدولت اس رسم کا خاتمہ ہوا۔

(۸)

چھٹی ختم ہوتے ہی قسیم نوکری پر چلا گیا، اور نسیمہ اس خدمت کے انجام دینے میں مصروف ہوئی جو ساس اس کے سپرد کر گئی تھیں رابعہ اور ہاجرہ دو نندوں کی تربیت ایسی نہ تھی کہ نسیمہ کو دقت ہوتی مگر خرابی آ کر یہ پڑی، کہ رابعہ بڑی ہلکی منچلی بھاوج کے پیچھوں میں کھلم کھلا نسیمہ کی دشمنی پر کمربستہ ہو گئی، نند بھاوجوں کا رشتہ ایسا ٹیڑھا ہوتا ہے کہ نسیمہ کو [illegible] پرواہ کرنے کی ضرورت نہ تھی اور اکثر عزیزوں یہانتک کہ خود قسیم نے [illegible] صلاح دی، مگر ساس کی

کہ نسیمہ محض اپنی نفسانیت کے مقابلہ میں اس کی وقعت نہ کرتی، اس نے مہمان کو تو یہ کہکر ٹال دیا اچھی بات ہے دیکھی جائے گی۔ مگر خود اسی فکر میں تھی کہ کسی طرح رابعہ درست ہو جائے مگر اس خالی خولی فکر سے ہوتا کیا تھا، اس پر منجھلی بھاوج کی عادات کا اتنا کافی اثر پڑ چکا تھا، اور پڑ رہا تھا، کہ نسیمہ کے چھٹائے نہ چھٹ سکتا تھا، نسیمہ لاکھ سعادتمند ہو اور شفیق بھاوج سہی، مگر خودداری کا مرض اسکو بچپن سے تھا۔ زبان ملانا تو درکنار وہ ایسی ویسی بات کو سنتی اور ٹالدیتی، نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکی دن دونی اور رات چوگنی ہوتی گئی۔ نوبت یہانتک پہنچی کہ ایک دن جبکہ نسیمہ نے اپنی چند سہیلیوں کی دعوت کی، رابعہ زبردستی کھانے کے انتظام میں گھس گئی، ہر چند نسیمہ کو نہ اسکی ضرورت تھی نہ خواہش۔ مگر یہ بھی نہ ہو سکتا تھا کہ وہ نند کو ٹکرا توڑ جواب دیدیتی اور کسی چیز کو ہاتھ نہ لگانے دیتی، پھر بھی اتنی ہوشیاری کی کہ اس کے تمام کام اپنی نگاہ میں رکھے مگر بشر تھی چوک گئی، کھانے کے بعد چا کا وقت آیا، تو ظالم نے کیا کمال کیا کہ طشتریوں میں بیسن کہیں اوپر سے کھانڈ برک دی، پینے والیاں بھر بھر چمچے کھانڈ ڈال رہی ہیں مگر میٹھی کے بدلے چا تو پھیکی ہوتی جا رہی ہے، تکلف کے مارے کوئی کچھ کہتی ہے نہ سنتی۔ نسیمہ اصرار کرتی ہے، تو ایک ایک چمچہ سب پی لیتی ہیں، اور پھر ہاتھ رک جاتا ہے۔ لڑکی ہے کہ چوکھٹ میں کھڑی کھل کھل ہنسے جاتی ہے، نسیمہ بہتیرا غور کرتی ہے، مگر سمجھ میں نہیں آتا۔ مہمان بیویاں خود نادم ہیں اور کچھ نہیں کہہ سکتیں کہ پھیکی چا، تو دیکھی نہ سنی، ایک دوسری کا منہ دیکھتی ہے اور چپ ہو جاتی ہے، آخر نسیمہ خود اٹھی نند کو منع کیا تو اس نے اور ٹھٹھے مارنے شروع کیے، پیالیوں کو دیکھتی ہے تو جوں کی توں، مجبور خود چمچہ بھر کر چاء چکھی تو کھانڈ کے بدلے بیسن، کھانڈ کو دیکھتی ہے تو بیسن کے اوپر شکر کی تہ بچھی ہوئی ہے۔ غصہ تو بہت آیا اور شرمندہ بھی خاصی ہوئی۔ مگر کیا کر سکتی تھی، جلدی سے اور چاء لانے کی، برتن صاف کیے اور شکر نکال کر سامنے رکھی تو سب نے چا پی اور رخصت ہوئے

بات تو گئی گزری ہوئی، مگر رابعہ کی اس حرکت کا نسیمہ کے دل پر ایسا اثر پڑا جو کسی طرح زائل نہ ہوتا تھا، وہ اچھی طرح دیکھ رہی تھی کہ رابعہ آٹھ سات برس کی بچہ نہیں پندرہ چودہ برس کی لڑکی پھیر دو چار برس گیارہ پانچ ہاتھ سے نکلی جا رہی تھی بولتی ہوں تو دو تو تند بہا وجیں مجھ کو الٹا دیوانہ بنائیں گے، نہیں بولتی تو لڑکی کے دین دنیا دونو برباد ہوئے، اس سے تو بات نہ کرتی، مگر اس کی ان حرکتوں پر گھنٹوں بیٹھی غور کرتی علی الصباح ایک وزن نسیمہ بیٹھی ہاجرہ کا سر گوندہ رہی تھی کہ ماما نے آکر پھوپھی کا ایک خط دیا جس میں لکھا تھا۔

برخورداری نسیمہ بیگم، کل میں رسالدارنی کی چھٹی میں گئی تھی وہیں تمہاری جٹھانی اور رابعہ سے ملی، میں نے سال بھر کے بعد رابعہ کو دیکھا تھا، دیکھ کر جی خوش ہوا، ماشاءاللہ خوب رنگ نکلا ہے، مگر رات کی اس کی حالت دیکھکر تو ایک میں کیا تمام گھر نے دانتوں میں انگلیاں دے لیں غضب خدا کا خالہ نصیر کی لڑکی کو اس بری طرح دسترخوان پر سے جھڑکا ہے کہ سب سناٹے میں رہ گئے۔ اتنی عمر میری ہونے آئی میں نے بھی کنواریاں اور بیاہیاں ہزاروں ہی کیا لاکھوں دیکھیں، مگر کنواری بیٹیوں کو جھومر اور جھالے پہنتے کہیں نہیں دیکھا اور اگر خیر تمہارے ہاں کی یہ رسم ہے تو یہ تمکنت اور غرور کیسا۔ خدا نے بنایا ہے، کہ اس غریب کو برابر نہ بیٹھنے دیا۔ اسلام کا دسترخوان زیور اور لباس کی کیا خصوصیت، دولت پھرتی چھاؤں امیری کسی کی ذات اور افلاس کسی کا پیشہ نہیں مجھے تو افسوس اس کا ہے کہ تمہاری بیٹی

سمتی، جب تمہاری ساس اللہ بخشے جنت کو سدھار رہی ہیں، اور وہ
بچیاں تمہارے سپرد ہوئیں، بیٹی تم نے ساس کے قول کو خوب نبالا
کیا، مگر اپنی پرورش یاد نہیں، ہم نے دیکھ بھال کر تم کو سکھ دے رہے ہیں
ابھی تو ابتدا ہے آگے چلکر کیا کرو گی، مرنا ہے اور ساس کو منہ دکھانا
اچھی لڑکی اُٹھائی، دنیا میں تو خیر چار و نطرف کی بدنامی ہو گی
مگر یتیم بچوں کی پرورش کا جواب خدا کے ہاں دینا آسان نہیں۔
نسیمہ بیگم اس وقت کو آیا سمجھو اور اس کے جواب کے لیے تیار ہو جاؤ جو
ساس کی موجودگی میں دینا ہے، بیٹی بڑا نازک وقت ہوگا، بڑے بڑے
ایماندار گھبرائے ہوئے ہونگے اور اچھے اچھے امین پریشان، یاد رکھو
ابھی کچھ نہیں گیا، اس امانت کو اب بھی سنبھال لو ورنہ دنیا اور
دین دونوں میں خمیازہ بھگتو گی۔

یہ پھوپھی کا خط پڑھتے ہی، کاٹو تو نسیمہ کے بدن میں خون نہ تھا، آخر اس کے سوا کوئی
تدبیر سمجھ میں نہ آئی کہ مجبور نسیمہ نے شوہر کو خط لکھا جس کا ایک حصہ یہ تھا۔

"ساس سسرے ہوں یا دیور جیٹھ، نند بھاوجیں ہوں، یا دیورانیاں جٹھانیاں
یہ رشتے کچھ ایسے نازک ہوتے ہیں، کہ بیوقوفوں میں خواہ مخواہ کا حسد پیدا ہو جاتا ہے
نند برباد ہوتی ہے تو بھاوج کی بلا سے اور ساس کو اذیت ہو تو اس کے صدقے سے
مگر نہیں کسی عزیز کی تباہی ہماری اپنی تباہی اور اس کی بربادی خود ہماری بربادی ہے
خدا نے ہمارا فرض تو یہ ہے کہ ہم غیروں کی مصیبت پر آنسو بہائیں، نہ یہ کہ جان بوجھ
کر اپنوں کو ... نوں میں دھکیل دیں، میرا کمبخت دل تو ایسا ہے کہ میں پڑوسنوں
... تی ہوں، اور یہی انسانیت کا سب سے بڑا جوہر ہے، ... ابا نے
آج تک نہ پوچھا کہ ... نصیب بہنیں کیا کرتی

ہیں اور کس طرح اُن کی بسر ہو رہی ہے۔ عید پر ماشاء اللہ تم ڈیڑھ پونے دو سو کا کپڑا لائے
یا جرہ تمہارا منہ دیکھ کر چپ ہو گئی۔ اگر ایک اوڑھنی کا کپڑا ان کم بختوں کا بھی لے
آتے تو کیا مقدور تھا۔ مجھ سے جس طرح ہوا میں نے اس کا دل رکھ لیا۔ ایک نہیں
میں نے اس کی چھ اوڑھنیاں بنا دیں۔ مگر تمہاری بات تمہارے ہی ساتھ تھی
اماں جان آج قبر میں سو رہی ہیں۔ باپ کو انہوں نے آنکھ کھول کر دیکھا نہیں۔ اب لے
دیکر اُن کے وارث جو کچھ ہو تم ہو۔ تم اُن سے نفرت کرو گے، تو کلیجہ سے کون لگائیگا
کیا اماں جان کے الفاظ تم کو یاد نہیں ہیں، وہ ان کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دے گئی۔
ہیں، یہ بیچاریاں سدا تمہارے در پر بیٹھنے والی نہیں۔ چند روز کی مہمان ہیں
پھر یہ کہاں اور ہم کہاں۔ دنیا نے اُن کے حوصلے مٹا دیے، ماں کی موت اُن کی
امنگوں کا خاتمہ کر گئی، اُن کے زیور ڈھے گئے۔ اُن کی ناز برداری ختم ہو گئی۔ انکی
کمریں شکستہ اور اُن کے دل زخمی ہیں۔ مگر ان کی فریادیں اونچی اور اُن کی
آہیں بلند ہیں۔ یہ غیر نہیں ہمارے کلیجے کے ٹکڑے ہیں۔ اُن کی خوشی ہماری خوشی
اور ان کا رنج ہمارا رنج ہے۔ میں تم سے اب بھی نہ کہتی، مگر کیا کروں، دل ایسا کام
ہو رہا ہے۔ چپ بیٹھی ہوں، تو بہت جلد اس کی عادتیں کج الطبیعت، خود غ
اسنج ہو جائیں گے، دنیا جانتی ہے کہ اس کی دستاریں ہوں، نا
لٹے گی، خدا کے واسطے کچھ انتظام کرو، ابھی اصلاح پر آجائے گی
غفلت کی تو پھر ٹھنڈے لوہے پیٹنے سے درست نہ ہوں گے
بیوی کا خط پڑھتے ہی نسیم کی آنکھ سے آنسو جاری ہو
ہفتہ تھا۔ اتوار کی اجازت لے کر آیا اور بیوی کو

(۱۰)

یہ حال تھا کہ بیٹھی دیکھتی ہے تو گھر کا سب

بھی ... کہ الٰہی توبہ اول تو تمام جنس بنئے کے ہاں سے اُچا پت لاتا ہے، وہ بھی روزانہ
کے روز تیسرے دن ایک روپے کی لکڑیاں ختم ہو رہی ہیں، گھر کی حالت عجیب ہے
ایک میاں کے سونے کا نواڑی پلنگ تو خیر لیٹ رہنے کے قابل ہے۔ باقی جو
ہے وہ جھلنگا۔ جہیز کی بڑی بڑی چاندنیاں جو نسیمہ نے ساتھ کر دی تھیں۔ اُن
پر ... اُن کے چکتے جو چوہوں نے کاٹ کاٹ کر لغارے ڈال دیے ہیں، غرض
جدھر آنکھ اُٹھا کر دیکھتی ہے ایک طوفان بے تمیزی برپا ہے۔ میاں کے کچہری
جاتے ہی اس نے میلے کپڑے پہن جو گھر میں جھاڑو دینی شروع کی تو نوکروں کیا
چھکڑوں ہی کوڑا نکال کوٹھریاں اور دالان چندن کر دیا۔ اجلا صاف شفاف بچھونا
جو کیا تو دونوں دالان منہ سے بول اُٹھے مٹکوں پر سیروں کائی جم رہی تھی اُن کو اُٹھا
کورے مٹکے منگوا اوپر سے قلعی دار کٹورے رکھے تو گھر کی کچھ شان ہی اور نکل آئی۔
باورچی خانہ کو دیکھتی ہے تو چولہے ہیں تو گنتی میں تین مگر کسی کا بازو نہیں کسی کا
اولاندا رد۔ لگتے ہاتھ ان کو بھی درست کیا، اور میاں کے آنے سے پہلے گھر ٹھیک
ٹھاک کر، دلہن بن بیٹھ گئی۔

قسیم کچہری سے آکر دیکھتا ہے تو اتنا بڑا گھر جو ہر وقت ڈھنڈار بنا رہتا تھا منہ
... سا ہے، ہر چیز قرینے سے رکھی، سلیقہ سے سجی، بچھونے اُجلے، برتن صا...
ت ... مکرے ٹھیک چینیوں کی یا تو یہ کیفیت تھی کہ طاقوں میں ...
... گھی کا گودڑ، یا بالکل جھک ہو گئیں، نوکر اول تو قدیمی ...
کے ساتھ کا کھیلا ہوا، اس کا حال یہ تھا، کہ بہت بڑا کما...
ہو لے بسرے بہت مہربان ہوا تو دالان ... دیدی ہو
اٹھایا اور چبوترے پر ڈھیر کر دیا ...
ذرّوں ... کے کودوں اور ...

سوا ہو کیا سکتا ہے ... بی کا سلیقہ دیکھنے کا آج پہلا اتفاق نہ تھا، مگر اپنے ... کے
اس انقلاب ... ل موقع ضرور تھا۔ بیوی کو دیکھا تو وہ بھی نہائی دھوئی
قلعی دار پٹا ... لے چھالیہ کتر رہی ہے۔ باغ باغ ہو گیا۔ نسیمہ ایک ... ما اپنے
ساتھ لائی ... پڑے اُتارے اس نے دوڑ کر کھونٹی پر لٹکائے، چھوٹی بہن
لپک کر ... ساتھی تو شریر، مگر بھاوج کی تقریر نے چند ہی گھنٹوں میں ... چپ ...
لیا۔ ادھر ... سے فارغ ہوا۔ ادھر وہ پان لے کے پہنچی نسیم پان کھا پلنگ پر
لیٹا۔ بیوی ... کہ نماز پڑھ باورچی خانہ میں پہنچی، ماما نے آٹا گوندھا، بیوی نے سالن گھٹا
چا، پانچ ... یا ماہی کیا، مغرب سے پہلے سادہ اور ترکاری دا ... دونوں سالن
تیار تھے

(۱۱)

ق ... رتا تھکا ہارا، نیند کا رسیا، خراٹوں کا دھتیہ کھانا کھاتے ہی آرام
میں ... دوں نندوں کو پڑھانے بیٹھی، پڑھا چکی تو ان کو اپنے اپنے بچھونوں پر
سلا ... کے حضور میں حاضر ہوئی اور رو رو کر دعائیں مانگیں، گڑ گڑا گڑ گڑا کر
ا ... جہاں تک ہمکو معلوم ہوا ہے نسیمہ کی دعائیں ہمیشہ اپنے لیے کم اور
... لے لیے زیادہ نکلیں، جاڑوں کی جو دعا عشا کے بعد نند کو یاد کرائی

... رات اپنا ایک حصہ طے کر چکی، اچھی اور بری تیری بہت سی ...
... دن پر دن بھر کی تھکی ہاری تیری قدرت کے انتظام کو پورا ...
... ت تیری ادنیٰ کنیز یا چیرہ تیرے حضور میں حاض ...
... تیری پاک ذات کے سوا کوئی نہیں ...
... سے گناہوں کو معا ...

ہو، سب کا داتا، دولہا کو اولاد، بہنوں کو بھائی، قیدیوں کو رہائی، بیماروں کو صحت
کو حاجت، تونگروں کو سخاوت، مفلسوں کو قناعت بخشنے ہوں! یا غیور سب کی نذر جان
بے نیاز گر بخت کے لوٹتے ہوئے کو جان دی، جان کو ایمان دیا، رب العالمین زبان کو
تاثیر دعا کو اثر دیے، رانڈوں پر رحم، یتیموں پر کرم، مسکینوں کو عطا، بیماروں کو شفا، حکیم
حق الاخلاق، دنیا کی بہاریں، عاقبت کی خوبیاں، دوست دشمن، عزیز اقارب
سب کو دینے والے، بادشاہوں کے بادشاہ، یہاں فلاح و بہبود دے، وہاں مقام
محمود، اچھے بادشاہ! دنیا میں بے خبر ہوئی، مگر تیرا دربار کھلا ہوا ہے، مجھ فقیرنی کی
صدا اور الٰہی بہر یتیم کی دعا عرش عظیم تک پہنچا، خالق الموجودات میرے عذاب
سے، قبر کے جواب سے، دوزخ کے قہر سے، پل صراط کے خوف سے بچا، اے
جان بخشنے والے بچا، مجھ کو بچا، میرے ماں باپ کو بچا، کل مسلمانوں کو بچا۔

(۱۳)

نسیمہ کو میاں کے ساتھ رہتے سال بھر سے زیادہ گذر گیا، اور گو اس عرصہ میں
اس کو وہ تمام باتیں حاصل ہو گئیں جو شادی کے بعد ایک لڑکی کو ہونی چاہئیں، وہ
اپنے گھر کی باختیار مالک تھی، نسیم کی اتنی مجال نہ تھی کہ وہ لمحہ بھر کو بھی بلا اجازت کہیں
باہر جائے، یا بیوی کے بغیر شوہر ایک پیسہ بھی خرچ کر سکے، مگر وہ اچھی طرح سمجھتی تھی کہ
دہر کا اعتبار نہیں، میاں نے ابھی آنکھ کھول کر دیکھا ہی کیا ہے، دوست نہیں آشنا
نہیں، لاکھ طبیعت صاف اور دل پاک ہے، مگر اب تو لاکھوں دوڑ سے عید، بقری یا گھر
کے جلسوں میں اٹھیں بیٹھیں، ہاں موقعوں سے پرہیز اور اتفاقوں سے
نازک محبت مستقل اور الفت پائدار ہے، یہی ایک کھٹکا تھا جو
کہ لگا رہتا، ورنہ اس کی زندگی کا یہ حصہ ایسا گزرا کہ خدا
کرے۔

نسوانی انسانیت کا ... ڑا جوہر ہمدردی جو نسیمہ اپنے ساتھ پھوپی کی طرف سے جہیز میں لائی تھی پول ... ھی آکر چمکا، گو قسیم نائب تحصیلدار معزز اہلکار اور معقول تنخواہ دار آدمی تھا، مگر سوا چند چپراسیوں یا عملہ والوں کے کوئی یہ بھی نہ جانتا تھا کہ اس گھر میں رہتا کون ہے، ہاں کتے کے رات کو ایک آدہ فقیر کے کاٹنے سے اتنا تو سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ اس گھر پر فقیر نہیں جاتا، اور اسی نام سے یہ گھر محلہ میں مشہور ہو چکا تھا، مگر نسیمہ نے گھر میں قدم رکھتے ہی محلہ کی جانچ پڑتال شروع کی کہ کیسے کیسے لوگ کس کس گھر میں رہتے ہیں، اول تو وہ محلہ ہی غریبوں کا تھا۔ لے دے کے کوئی مکان تھا تو میاں قسیم کا اور اگر خوش قسمتی سے دو ایک نمبردار اور زمیندار تھے بھی تو اس سال کی طغیانی نے انکی امیری پر پانی پھیر دیا جس گھر کو پوچھتی پر فقیر اور جس بیوی سے ملتی پر مصیبت زدہ، کڑاکڑاتے جاڑے اور چلہ کی سردی ایک دو نہیں پندرہ بیس گھر ایسے نکلے جہاں تن ڈھانکنے کو چیتھڑا تک نہ تھا بہتی ہوئی کئی سال کی ایک آدہ رضائی، اور میاں بیوی بچے اسی میں لپٹ کر پڑ رہتے اور رات بسر کرتے بمشکل کیا ناممکن تھا کہ نسیمہ اس محلہ میں بے خبر رہتی یا باخبر ہو کر بے خبر ہو جاتی، اس نے پچاس لحاف تیار کرائے اور تقسیم کیے، یہ ہی نہیں، بلکہ دونوں وقت خود کھانا کھانے سے پہلے کئی گھروں میں کھانا بھیجتی، بہت سے بچوں کو اپنے یہاں بلا کر کھلاتی، اور جب اسطرح خدا کی دی ہوئی نعمت کا ایک حصہ خدا کے بندوں پر خرچ کر دیتی تو خود کھانا کھاتی۔

جن باپوں کے بچے اور جن ماؤں کی بچیاں جن کے سر پر سوائے خدا کے کوئی والی وارث نہ تھا، اور جن کو دو وقت بھی روٹی میسر نہ ہوتی ... جاتے ہی اس کے پاس پہنچ جاتے اور پیٹ بھرتے۔

صوبہ دار احمد علی خاں کی بڑی بیٹی شاید پچاس قدم

سر سے ما، اور باپ، شوہر اور جیٹھ سب کا سایہ اٹھ چکا تھا، دو لڑکیاں چھوٹی اور ایک آٹھ برس کا لڑکا لے کر رانڈ ہوئی تھی، پانچ چار مہینے جو اثاثہ موجود تھا وہ کھایا جب رزق کے لالے پڑے تو لڑکے کو قسیم کے سپرد کر دیا، یہ لڑکا ظہیر چلمیں بھرتا اور پیٹ پالتا نسیمہ اس وقت ایک بچہ کی ماں تھی جس وقت چلہ نہائی ہے۔ اس روز کی دھوم دھام خاصی اچھی شادی سے کم نہ تھی، تمام عزیز و اقارب جمع ہوئے، انواع و اقسام کے کھانے پک رہے اور رنگا رنگ کے طائفے رقص و سرود میں مصروف تھے قسیم نے حقہ کے واسطے ظہیر کو آواز دی۔ بچہ آٹھ برس کی جان بساط ہی کیا، صبح سے بھوکا تھا۔ ماں کے پاس روتا ہوا چلا گیا۔ مگر وہاں بھی اللہ کا نام تھا۔ آنسو پونچھ چلا آیا۔ تو قسیم نے اس کی غیر حاضری کو سخت قصور سمجھ کر پانچ چھ چپتیں نہایت زور سے ماریں معصوم رو دھو پٹ پٹا حقہ بھر ایک کونہ میں بیٹھ اپنے باپ کو یاد کر کے رونے لگا قسیم نے پان منگوائے کوٹھری میں گھستا تھا کہ چوکھٹ کی ٹھوکر لگی۔ اوندھے منہ گرا۔ کتھے کا بھرا ہوا پیالہ پہلے سے گرا پڑا تھا۔ مگر رابعہ کم بخت نے جھٹ اس کا نام لے دیا نسیمہ اٹھ کر دیکھتی ہے تو تمام چاندنی لت پت، لاکھ رحم دل تھی مگر کچھ ایسا غصہ آیا کہ ظہیر کا کان پکڑ چار پانچ تھپڑ اور دو ایک گھونسے رسید کیے، لڑکا اپنی بے گناہی کے متعلق ہر چند کوشش کرتا رہا۔ مگر نسیمہ کو مطلق یقین نہ آیا۔

ظہیر کی ماں کیسی ہی مصیبت ماری کیوں نہ ہو مگر اصل نسل سیدانی اور انقلاب کی پوری تصویر تھی نسیمہ کے آنے پر بھی اس نے مصیبتیں بھگتیں، ساری ساری بچوں کے منہ میں اڑ کر کہیں کا دانہ نہ گیا۔ مگر نسیمہ کے آگے ہاتھ نہ پھیلایا چالیس روپے چڑھ گئے تھے، مالک مکان قرقی لے آیا، سیدانی گھر سے باہر نکلی اور قسیم سے آ کر کہا میرے گھر میں کچھ نہیں ہے دو لیے بیٹھی ہوں میں صبح تمہارے حقہ بھرنے والے لڑکے کی ما

ہوں۔ مگر ایک بڑے باپ کی بیٹی اور آہ اس تحصیلدار شوہر کی بدنام کرنے والی بیوہ ہوں جس کے جاننے اور دیکھنے والے ابھی اس محلہ میں موجود ہیں، ترقی ہوئی، تو ہماری آبرو خاک میں مل جائیگی یہ میرے پاس انگوٹھی میرے شوہر کی امانت ہے یا اسکی محبت کی نشانی، میں نے سخت سے سخت مصیبت میں بھی اسکو جدا نہ کیا تحصیلدار صاحب فاقوں نے میرے ہوش بگاڑ دیئے، یہ مہاوٹ کی سردی اور ٹھنڈی برف، راتیں گودڑوں میں بیٹھہ بیٹھہ صبح کی ہیں، مگر اس امانت کو کلیجہ سے لگا کر رکھا ہے۔ آپ مسلمان ہیں اتنا کرم کیجئے کہ اگر اس میں مکان دار کا قرضہ ادا ہو سکے تو للہ مجھے اس مصیبت سے چھٹکارا دلوا دیئے۔ سیدانی اتنا کہہ کر انگوٹھی دے روتی ہوئی اپنے گھر آگئی۔ اور دونوں میاں بیوی نے اس انگوٹھی کو دیکھا تو پا سے کے سونے میں بیش قیمت ہیرا جگمگا رہا تھا، جوہری کو بھیجا، اس نے چار سو روپیہ تخمینہ کیا قسیم نے کرایہ دے انگوٹھی بیوی کو پہنا دی۔

رات کو کھانا دیتے دلاتے نسیمہ کو گیارہ بج گئے، ظہیر بھی کام کاج میں مصروف رہا، خدا معلوم دن بھر کی تکان تھی یا غصہ، بھول گئی یا ارادتہً مگر آج نسیمہ نے ظہیر کو کھانا نہ دیا، اور پلنگ پر جا لیٹی، ظہیر بھوکا تو کل شام سے تھا۔ آج متواتر چھہ پہر کا فاقہ اور کام کی کثرت بالکل ہی نڈھال ہو گیا، اوپر دیکھا، تو آسمان دن بھر کے چھوٹے ہوئے تاروں کو گود میں لیے کھڑا تھا۔ باپ کی شفقت بھری گود یاد آئی اور فاقہ زدہ یتیم نسیمہ کی چوکی کے پاس زمین میں پڑ کر سو رہا۔

نسیمہ پلنگ پر لیٹی، تو بجلی کا لیمپ دہڑ دہڑ جل رہا تھا، اور انگوٹھی کی جوت پڑ رہی تھی، سیدانی کی تقریر کا خیال آیا، تو انقلاب کی آنکھ کے سامنے تھی اسی حالت میں آنکھ لگ گئی۔ تو دیکھتی ہے کہ [illegible]

[illegible] اور کہہ رہا ہے

" بیٹی دنیا کے فانی جلووں پر پھول کر خدا کو بالکل بھول گئیں نسیمہ غور کرو
سوچو، یہ انگوٹھی جس پہ تم نازاں ہو، تم کو بہت بڑا سبق دے رہی ہے بیٹی جو
چیز نے اپنے مالک سے وفا نہ کی، وہ تم سے کیا کرے گی۔ سیدانی کا اقبال تم سے
بہت زیادہ تھا، مگر آج زمانہ کی رفتار نے خاک میں ملا دیا نسیمہ کس برتے پر یہ تمکنت
اور کس بھروسے پر یہ غرور مصیبت کی ماری بہن نے تمہارے آگے ہاتھ پھیلا
اور تمہارے در سے خالی گئی، تم نے اس سے وہ چیز لی جو اس کے عمر بھر کے رنج
کی یادگار تھی، اور آج اٹھارہ مہینے بعد اس سے انگوٹھی جدا کروا دی، کیوں کب
یہ دنیا تم سے آنکھیں نہ پھیرے گی، آہ نسیمہ میری روح کانپ گئی، جب بیگناہ
پر تمہاری چوٹ پڑی ہے۔ کیوں نسیمہ تو من بریانی میں ایک چاول تقدیر کا نہ
تو سیدانی کے یتیم اور اس یتیم کا جو تمہاری دہلیز میں دن بھر تمہارا کام کرنے کے
پہر وقت کے فاقے سے پڑا ہے۔ نسیمہ بیگم دنیا فانی ہے، اور موت آتی، حساب برحق
اور وعدہ حشر سچا، ڈرو خدا سے اور اپنے ظلم نہ کرو کہ ہماری روحیں لرز اٹھیں۔

(۱۱)

نسیمہ جیسی طبیعت کی عورت جو ظلم تو بڑی چیز ہے، ذرا سی کسی کی ہنسی بھی
تو کانپ جائے خواب میں باپ کی صورت دیکھتے ہی تھرا اٹھی، اس پر غضب
میں اتنے بڑے راز کا افشاء چاہتی تھی کہ کسی طرح باپ کے قدموں میں گر کر قصہ
معاف کرالے اور آئندہ کو توبہ کرے مگر وہاں کیا رکھا تھا۔ آنکھ کھلی
جوت اور لیمپ کی وہڑ وہڑ۔ وضو کیا نماز پڑھی۔ دیر تک سجدہ میں
بچی ظہیر کو کلیجے سے لگایا۔ کھانا کھلایا۔ علی الصباح اس کی ماں
کی اور یہ معمول کر لیا کہ جب تک ظہیر کی ماں ورا کے
کا حرام تھا۔ شوہر کی طرف سے کچھ اطمینان ہو نہ کے

بڑا فکر دونوں نندوں کا تھا، جو ہنٹوں اور گھڑیوں کہیں سے کہیں پہنچ رہی تھیں، ملکہ اب تو شاید سچ مچ سے بھی ایک منٹ پہلے ہی نکل گئی تھی، عمر کی زیادہ مزاج کی تیز ہٹے کی دلیر دیدے کی دلیل اس کا راہ راست پر لانا ہنسی کھیل نہ تھا، مگر خدا معلوم نسیمہ کی زبان میں کیا جادو اور تقریر میں کیا اثر تھا، کہ جہاں اس نے کلام کیا، اور آدمی رام ہوا وہ خوب سمجھ گئی تھی کہ رابعہ غصہ اور خفگی سے بس میں آنے والی نہیں، لاکھ عادتیں بگڑ چکیں ہیں۔ مگر پھر لڑکی ہی، اور وہ بھی ناتجربہ کار، ابھی کچی لکڑی اور تھوڑی سی محنت کی محتاج ہی، منت خوشامد کی، بہلایا پھسلایا، غرض جس طرح بھی ہوا، راستہ پر لے آئی وہی رابعہ جو کبھی بھول کر بھی نماز کا نام نہ لیتی ایک تین ہی مہینہ میں ایسی نمازن ہو گئی کہ نسیمہ سے پہلے اٹھتی، اور موذن کی اذان کے ساتھ نماز پڑھتی یا یہ حال تھا، کہ لکھنے سے بیزار، کتاب سے نفرت، یا یہ کیفیت ہوئی کہ نسیمہ پڑھاتے پڑھاتے اکتا جاتی، اور وہ پیچھا نہ چھوڑتی۔ ایک دن کسی ملا کی کتاب میں اس نے دیکھا کہ بھونچال کی کیفیت اس طرح لکھی تھی، کہ زمین ایک گائے کے سر پر اور سر بھی نہیں سینگ پر دھری ہی، جب وہ گائے تھک جاتی ہی، اور دوسرا سینگ بدلنا چاہتی ہی تو ایک پھریری لے کر سارا بوجھ دوسرے سینگ پر لیتی ہی، جس سے یہ بھونچال پیدا ہوتا ہی، رابعہ نہایت توجہ اور بلند آوازی سے پڑھ رہی تھی، نسیمہ باورچی خانہ میں تھی، مارے ہنسی کے لوٹ گئی ضبط نہ ہوا تو باہر آئی، اور نند سے پوچھا، یہ کونسی کتاب ہی کیا نام ہی۔؟

رابعہ اسرار قدرت ہی؟

نسیمہ کس عقلمند کی لکھی ہوئی ہی۔

رابعہ کوئی مولوی عبدالعلی ہیں۔

نسیمہ میں دیکھوں

پڑھ لیجئے۔

نسیمہ نے رابعہ سے کتاب لے دو ٹکڑے کر چولہے میں جھونک دی، اور کہا ایسی لغو کتاب آیندہ کبھی نہ پڑھنا، میں اس وقت تم سے اس کتاب کو بیچوا چکی ہوں، جو مسلمان کے متعلق تھی، دیکھو حضرت ان سے بھی بڑھ گئے، بھلا تمہاری بھی عقل ہی کہ تمام زمین ایک گائے کے سینگ پر رکھی ہوئی ہی، بوا یہ تمام باتیں جاہلوں کے ڈھکوسلے ہیں لوگوں نے مولوی بنکر ان فضول باتوں پر مذہب کا رنگ اس لیے چڑھا دیا ہی کہ بیچے بھی ان جھوٹوں کے آگے روئیں، لو بھونچال کی کیفیت مجھ سے سنو!

تم نے اپنی عمر میں بہت سے پہاڑ دیکھے ہونگے، جب ہم بمبئی سے آرہے تھے تو رستے میں دور تک تم کو یاد ہوگا کہ یہ سلسلہ ختم ہی نہ ہوتا تھا، اسی قسم کے پہاڑ بعض وہی ہوتے ہیں، جنکو وہ آتش فشاں کہتے ہیں، ان میں گرم مادہ ہوتا ہی اور وہ گرم مادہ پگھلا کرتا ہی، تم کو یہ بھی معلوم ہی کہ دو پتھروں کے رگڑنے سے بعض دفعہ آگ کا چمکارا پیدا ہوتا ہی، دور کیوں جاؤ، بارہا دیکھا ہوگا کہ گھوڑے کے نعل سے جب وہ زمین سے رگڑتا ہی، آگ پیدا ہوتی ہی، اگلے زمانہ میں جب دیا سلائی وغیرہ کا رواج نہ تھا، لوگ چقماق پتھر سے آگ نکالتے تھے تو وہاں وہ آگ کا مادہ جو ان پہاڑوں میں پیدا ہوتا ہی، بڑھتے بڑھتے اتنا ہو جاتا ہی کہ تمام پہاڑ پھٹتا ہی یا اس مادہ میں جوش آتا ہی تو ہزاروں کوس دور اس کے پتھر جا کر پڑتے ہیں، اور اس کی کیفیت بالکل ایسی ہی، جیسے تمہاری پتیلی میں ابال آئے، اصل میں اس کے اثر سے جو صدمہ زمین پر پہنچتا ہی، اسی حرکت کو زلزلہ کہتے ہیں، یہ ضرور نہیں کہ بھونچال ایک وقت میں تمام دنیا میں آئے بلکہ جس قدر قریب ملک ایسے پہاڑ کے ہوتے ہیں، وہیں اسکا اثر ہوتا ہی، اٹلی میں اس قسم کے پہاڑ بہت زیادہ ہیں وہاں اکثر زلزلے آتے ہیں ایک دفعہ تو بعضا ایسا پہاڑ اڑا کہ ہزاروں آدمی مر گئے جس طرح چڑیا ں

آسمان پر اُڑتی ہیں، اسی طرح چار و ناچار پتھر اڑ اڑ کر خلق خدا پر برس رہے تھے، خدا سبکو
ایسے وقت سے بچائے، آمین۔

اب تو تم سمجھ گئی ہوگی، کہ بھونچال کیا چیز ہی، کہو تمہاری کتاب بھی جلا دینے
کے قابل یا نہیں لاؤ اب میں تمکو اس رنڈ کا مسان کا معاملہ بھی بتادوں، کہ یہ کیا ہے،
اور جاہل عورتوں نے اسکو کیا سمجھ رکھا ہی۔

ایسی عورتیں بہت کم ہونگی جن کے بچے ٹونے ٹوٹکے یا گنڈے تعویذوں سے
بچے ہوں، عام طور پر بچوں کی موت کا سبب مسان کہا جاتا ہی لیکن یہ نہایت ہی
مہمل خیال ہی، کہ مسان بچوں پر عاشق ہی وہ بچوں کو لے جاتا ہی، اگر کسی عورت کے
ہاں متواتر دو ایک بچے مرگئے، تو ایک دو کو نہیں، تمام کنبے کو اس کے مرض
مسان ہونے کا یقین ہو جاتا ہی، نعوذ باللہ مسلمان ہو کر ایسا خیال کرنا کیسی شرم کی
بات ہی، اسی قسم کا ایک مرض عورتوں کو ہسٹریا ہوتا ہی جس پر بھوت آسیب کا
گمان ہونے لگتا ہی، حالانکہ یہ بھی بہت ہی جاہلانہ حرکت ہی، ہسٹریا کے متعلق میں نے
ایک کتاب میں پڑھا تھا۔ کہ ایک انگریز کی لڑکی اسی مرض میں گرفتار ہوئی اور حالت
مرض میں جب وہ بے ہوش تھی، اس نے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا، بھلا خیال
کرو ولایت میں ایک انگریز کی لڑکی کا کھلم کھلا کلام اللہ شریف پڑھنا کیسے تعجب کی بات
تھی بھلا ہاں تو جن کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا تھا، اور شاید بعض آدمی
تو اسکو کرامت سمجھ لیتے، مگر ڈاکٹروں نے جب خوب تحقیقات کی تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ
لڑکی کا باپ ہندوستانی فوج کا کرنل تھا، اس وقت اس بچی کی عمر چار برس کی تھی، اور
صبح ہی خانساماں کے ہاں کھیلنے چلی جایا کرتی تھی، وہ اس وقت قرآن شریف پڑھتا تھا
وہ یہ گھنٹہ دو گھنٹہ وہیں کھیلتی رہا کرتی، وہی الفاظ اس کے دماغ میں بیٹھے ہوئے تھے
اب بیہوشی کی حالت میں حافظہ نے دماغ سے لیکر زبان سے ادا کر دیئے

کیفیت مسان کی ہی، کہ جہاں بچہ بیمار ہوا اور پیرجی کی سوجہی، نتیجہ یہ ہوا کہ ایک آدہ سفید مرغ دو ایک بکرے، کچہہ نقد اُن کی نذر کرنا پڑا، میرے رشتہ میں ایک چچی ہیں ان سے زیادہ بدنصیب عورت بھی مشکل سے ہو گی، چہہ بچے چہہ چہہ سات سات برس کے ایک ہی مرض میں ایک ہی موسم میں ان کی گود میں خالی کر گئے، بیچاری نے ہزاروں گنڈے تعویذ کیے، مگر خاک فائدہ نہ ہوا- ان کی بابت مجھے تو یاد نہیں کہ کسی نے بھی مسان سے چھوڑا ہو، مگر محض غلط تھا، اتفاق سے لیڈی سے آگئیں اُنھوں نے کہا میں علاج کروں گی بچہ پیدا ہوا، انہوں نے ماں کا دودہ نہ دیا، بازار کے دودہ سے پرورش ہوئی اب للہ رکھے کئی بچوں کی ماں ہیں، نہ وہ مسان رہا، نہ جن بھوت رہا ایک نام تم نے مرت بیا ہی سنا ہوگا، یہ اس کم بخت بچہ کو کہتے ہیں جس کے اوپر کے چار پانچ مر چکے ہوں، گویا اس کی ضد صرف اس لیے ہوتی ہی کہ پوری نہ ہو، تو لوٹتا ہوا مر جائے، اس لیے اس کی ناز برداری زیادہ کی جاتی ہی-

بیوقوفی کے علاوہ اس قسم کا عقیدہ کیسا زبردست شرک ہی گویا ایسے بچے کو جانے کی خدا میں کوئی قدرت نہیں، اس کا مارنے اور جلانے والا صرف مسان ہی، حالانکہ تمکو معلوم ہی، شرک کیسی بری چیز ہی، اور کیسا کبیرہ گناہ ہی، مگر اس ممتا کے کارن یہ بے وقوف مائیں سب کچھ کرتی ہیں، چوراہے پر کلیجیاں، اور سریاں ٹانک کر پوری مشرک بنجاتی ہیں، یاد رکھو ہر بیماری خود انسان کے اپنے جسم سے پیدا ہوتی ہے خواہ بچہ ہو یا بڈہا- ہاں بچہ کو وہ مرض جس کو سغلئی دکہہ یا پسلی کا چلنا کہتے ہیں اعضا ضعیف ہونے کی وجہ سے اکثر ہوتا ہی، لیکن اس کا بہترین علاج یہ ہی کہ دورہ کے وقت لال کے خون کے چند قطرے حلق میں ٹپکا دیں، اور جہانتک ممکن ہو قبض نہ ہونے دیں- لو اب تمہارا بھونچال اور مسان سب ٹھیک ہو گیا-

دن کے وقت دونو لڑکیو

جن بھوت کا خیال دماغ میں

جب سو جائیں۔ تو اچھی طرح

ایسا بھی ہوتا کہ کوئی کتاب ایک

پڑھتے پڑھتے آنکھ لگ گئی۔ تو

برابر میں پڑی رہتی اس کی بھی

بھابی جان خدا کے لیے ذرا

میں ڈر رہی ہیں کیگی بند

تھر تھر کانپ رہا تھا

سے نکلتا کچھ

اب تو

ہم

اس وقت اللہ ہی نے بچایا ۔
س مکان کو چھوڑ دے ۔ میں بھی کئی تجر
یہ حال ہوا کہ ڈر کے مارے ساری
اب بھی جب کبھی خیال آتا ہے تو کانپ
کی قبر تھی ۔ سرکار نے تڑوا دی تھیں
۔ اور صبح کو کوئی بھی نہیں کہا نی

تم مجھ سے کہا تھا ، کہ یہاں سید
اینڈ ہو جاؤ گی ۔
تباؤ ، کہ جب دنیا پیدا
ہم کہیں نہ کہیں تو ضرور
میوں کو کافی ہو
تا دیا ہو
تھی

آتے ہیں، جو خیال تمہارے پاس ہوتے ہیں وہ بعض دفعہ دماغ میں چکر اگر خواب کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، تم خواب میں مبالغہ تو دیکھ سکتی ہو، مگر ایسی چیز نظر نہیں آتی جو تم نے نہ دیکھی ہو، یا تمہارے وہم و گمان میں بھی نہ آسکے، اس لیے خواب کو یقینی سمجھنا بڑی غلطی ہے، البتہ وہ خدا کے سچے بندے جن کو خواب میں بشارتیں ہوئیں، یا جن کے خواب برحق ہوتے تھے، ان کا ذکر نہیں ہے لیکن ہم جیسے گنہگار کیا، اور ہمارے خواب کیا، یہ تمام اثر قلب کا نتیجہ ہوتا ہے، جس وقت سوتے میں دل دب جاتا ہے اور اس کی حرکت پر برا اثر پڑنے لگتا ہے تو ایسی وحشتناک صورتیں اور خواب دکھائی دیتے ہیں، چنانچہ ہاجرہ بیگم تم نے دیکھا نہیں تھا کہ سب سے پہلے میں نے رابعہ کا ہاتھ دل پر سے اٹھایا تھا۔ ہاتھ اٹھاتے ہی وہ جتنا بوجھ معلوم ہوتا تھا، اور جس میں دبی ہوئی تھیں الگ ہوگیا، کروٹ دلواتے ہی، اٹھ بیٹھیں۔ کیسا جن اور کسکا ڈر، مکان بیچارے سے ان باتوں کا کیا واسطہ، انسان سے بڑی طاقت بھی کوئی دنیا میں ہے جس نے ہاتھی اور شیروں تک کو قبضہ میں کرلیا، چلتے دریا روک دیے، دریاؤں کا رخ بدل دیا، بڑے بڑے پہاڑ جو زمین کے سینہ پر پاؤں گاڑے کھڑے تھے، ڈھا دیئے آوازیں پیدا کیں، ہوا کو قبضہ میں کیا، آسمان پر اڑا، تمہارے گرامونون، ہوائی جہاز اس کا ثبوت موجود ہیں، پھر بتاؤ انسان سے زیادہ اور طاقتور شے کیا ہے، صرف عقل کا پھیر ہے اور کچھ نہیں، انسان کے پاس عقل ایک ایسی طاقت ہے جس کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا، تم پڑھی لکھی ہو کر ان وہموں میں پھنس گئیں، واہ واہ واہ، بچپن سے تمہاری طبیعتیں ڈرپوک، تمہارے دل بودے بنائے گئے ہیں، اس لیے تم ڈرتی ہو ورنہ انگریزوں کے بچوں کو کیا شام کے وقت باغوں میں اور جنگلوں میں درختوں کے نیچے اور دریاؤں کے اوپر نہیں دیکھا، ان کو کوئی چیز نہیں ستاتی نہ نذر ہوتی ہے، نہ سایہ پھر دیکھو وہ کیسے کیسے کام کرتے ہیں۔

ہمارے ہاں بیاہ شادی اور ہتوا ایسی ظالم چیزیں ہیں، کہ بے وقوف لڑکیاں محض اپنے آرام کی خاطر کہ کسی طرح بچہ سو جائے شروع ہی سے اس کو ڈرپوک بنا دیتی ہیں اسی قسم کی ایک چیز افیون بھی ہے جو صرف اسی لیے دی جاتی ہے کہ بچہ غنین ہو کر پڑ جائے اور ماں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو، حالانکہ یہ بچے بڑے ہو کر افیم کے اثر سے سست اور کاہل ہو جاتے ہیں، بلکہ بعض دفعہ افیم نہیں میسر ہوتی تو بیمار پڑ جاتے ہیں، یہاں تک ہوا ہے کہ افیم کی ڈبیا ماں نے لاپروائی سے رکھدی اور بچہ نے اٹھالی، کھل گئی اور اس نے افیم کا انٹا منہ میں رکھ لیا، ماں کو خبر بھی نہیں ہوئی اور بچہ جو سویا تو ایسا سویا کہ پھر اٹھنے کا نام ہی نہ لیا۔

تم کو بھی دنیا میں مائیں بننا ہے، اس لیے میں تمکو یہ باتیں سمجھاتی ہوں، بچوں کی پرورش اور تربیت علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں، تربیت بجائے خود ایک مشکل کام ہے لیکن پرورش بھی اس سے کم مشکل نہیں ہے، بہت سی مائیں صرف پرورش میں غلطیاں کرنے سے بچوں کو ملک عدم میں پہنچا دیتی ہیں، عام طور پر لڑکی یہ سمجھتی ہے کہ اس کا بچہ جب رویا، وہ بھوکا ہے، اور دودھ کے واسطے روتا ہے لیکن بات یہ نہیں ہے، وہ اکثر کسی تکلیف کی وجہ سے بھی روتا ہے، مگر نتیجہ الٹا نکلتا ہے فرض کرو اس کے پیٹ میں درد ہے وہ پاؤں سکیڑ رہا ہے جو درد کی اصلی پہچان ہے مگر ماں نے اور دودھ ٹھونس دیا، حالانکہ خرابی دودھ کی تھی، درد بڑھ گیا۔ بچہ میں اتنی طاقت تو ہوتی نہیں، کہ وہ اپنی تکلیف کا اظہار کر سکے لیکن جہاں تک اس کی بساط ہوتی ہے وہ کرتا ہے، یاد رکھو، اگر اندرونی کوئی تکلیف ہے تو ضرور بچہ اپنے ہاتھ ادہر لیجائے گا، خواہ وہ وہاں تک پہنچا سکے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جسم کے اس حصہ میں تکلیف ہے، نہ یہ کہ بچہ کے منہ میں لیتے ہی دودھ دیدیا، اور سلانے کی کوشش کی

لڑکیوں کو جب ان کے بچے ذرا بھی ہاتھ بڑھانے کے قابل یا کوئی چیز اٹھا کر منہ
میں رکھنے کے لائق ہو جائیں ، اس بات کی سخت احتیاط ہونی چاہئے کہ ان کے
سامنے کوئی خطرناک چیز نہ آئے ، میری رشتہ کی ایک نند تھیں ، انکے ہاں کئی بچے
جا کر ایک بچہ بچا کیسا پیارا بچہ کہ غیر کو بھی پیار آئے ، خدا خدا کر کے نو دس مہینہ کا ہوا
اماں باوا سب پروانے تھے ، ہونی شدنی ، روپیہ بھنا پیسے رکھنے میں ڈال کسی کام کو چلی گئیں
بچہ کھیل رہا تھا ، پیسا ہاتھ میں ، پیسہ گول چیز ہی حلق میں جا کر اٹکا ، لڑکا بیتاب ہو گیا
نکالنے کی ہر چند کوشش کی ، مگر نہ نکلا ، فوراً ہسپتال لے گئے ، وہاں بھی [illegible]
تو انہوں نے چیر پھاڑ کی ، مگر کامیابی نہ ہوئی ، پیسہ پیٹ میں چلا گیا ، سولہ سترہ روز
کے بعد پیسہ پیٹ [illegible] لایا ، لاکھوں ہی جتن کر ڈالے ، مگر کچھ بھی نہ ہوا ، خاصہ دس مہینہ
کا پلا پلایا بچہ صرف ماں کی ایک ذرا سی غلطی سے موت کی نذر ہوا ، انگوٹھے ، مونگ پھلی
کے چھلکے کی بھی کوئی اہمیت ہوتی ہے ، ایک جگہ ہی نے اٹک کر ایسا قصور کیا [illegible]
بچہ کی بھی ماں کے ہاتھوں جان ضائع ہوئی ، تو بیویوں یاد رکھو کہ یہ بے زبان معصوم
قدرت نے جو تمہارے سپرد کیے ہیں ، ان کی پرورش جہاں تمہارا فرض ہے وہاں
قدرت کی امانت بھی ہیں ، اور ان کی موت کی تم ذمہ دار بھی ہو گی ، بچہ کی موت
کے یہی معنی نہیں کہ ماں نے رو دھو کر صبر کر لیا ، نہیں بلکہ اس کی پرورش میں اگر غلطی ہوئی
اس کا نتیجہ خواہ موت ہے ، یا اس کے عادات و اطوار کا بگڑ جانا ، تو اس کی ذمہ دار ماں ہے
صرف ذمہ داری فرض نہیں بلکہ اس کو اس کا خدا کے ہاں جواب دینا ہے ، تو سمجھ لو
ر کا پیدا ہونا گڑیا کا کھیل نہیں ہے ، بلکہ ماں پر ایسی ذمہ داری آ کر پڑی کہ ذرہ بھر غفلت
سے دنیا و دین برباد ہونگے ، اس کی صحت کا درست رکھنا ، اس کی عادتوں کا
ڈالنا یہ صرف ماں کا کام ہے ، اور اس کو بتانا ہے کہ اس نے اگر خدا کی ایک
[illegible] کی نسبت [illegible] قدرت کے اس انتظام کو پورا کیا ، اس کی وجہ سے

نسل انسانی بڑھی، تو ایک ماں ہونے کی حیثیت سے اس نے اسکو کس طرح پالا اور کس طرح اُٹھایا، میری بچیوں ان باتوں کو کان میں ڈال رکھو نہ معلوم اسوقت جب تم مائیں بننے کے قابل ہو، میں ہوں یا نہ ہوں، مگر میں چاہتی ہوں کہ یہ باتیں تمہارے کانوں میں پڑی رہیں -

(۱۶)

نسیمہ کو پہلول میں سے بیتے سال بھر سے زیادہ ہوگیا، بچہ بھی ماشاءاللہ گھٹنوں چلنے لگا تھا دونوں پھوپیاں اور میری ماں اس ننھے سے ننھے پر نثار تھے، اور سچ یہ ہے کہ وہ جان بار باتیں ہی ایسی غضب کی کرتا تھا، کہ سب اس کے دیوانے تھے قسیم کہنے کو سرکاری کاموں میں زیادہ الجھا رہتا تھا۔ مگر کیفیت یہ تھی کہ ذرا سی فرصت ہوئی اور گود میں لیا، شام کو روزانہ خود لے کر سیر کو جاتا۔ دوست آشنا ہنسی بھی اڑاتے مگر اس کی فریفتگی میں فرق نہ آتا، بچہ کی حالت یہ تھی کہ جہاں شام ہوئی، ادھر پانچ بجے اور ادھر وہ کھسکتا کھسکتا چوکھٹ میں جا بیٹھا اور لگا ابا ابا کہہ کر آوازیں دینے باپ نے کپڑے اتارے اور اس نے ہواخوری کی ہندوستانی جوتی اٹھا کر آگے پھینک دی نسیم گھر بھر کا کھلونا تھا، کہ اس اتنی سی جان پر سب کی جانیں لوٹی ہوئی تھیں جوں جوں اس کی عمر میں ترقی ہوتی تھی، ماں اور باپ دونوں کا خون اسکو دیکھ کر چلوؤں بڑھتا تھا زبان کا کھلنا تھا کہ دونوں ماں باپ لٹو ہوگئے، ذرا وہ ضد کرتا تو نسیمہ سے زیادہ قسیم بےچین ہو جاتا، ایک آنکھوں کے دکھنے میں اس نے قسیم اور نسیمہ دونوں کو رات رات بھر جگایا، اور پلک سے پلک نہ جھپکانے دی، نسیمہ تو خیر ماں تھی جتنا بھی لگتی، اور جو کچھ بھی کرتی کم تھا۔ مگر قسیم کی اس اندھادھند محبت کا نتیجہ یہ ہوا کہ نسیم ماں سے بھی زیادہ باپ کے پاس رہنے لگا، رات کو جب آنکھ کھل جاتی تو آنکھیں بند، گردن نیچی، سیدھا اٹھا، باپ سے لپٹ کر سو گیا

ذرا باپ کے سر میں درد ہوا، اور وہ ننھے ننھے ہاتھوں سے سرہانے بیٹھ گیا یا بچے
منہ دھویا، اور وہ دوڑا تولیہ لینے۔ یہی تھیں وہ باتیں جنھوں نے نسیم کا سکہ بیوی کے
دل پر بٹھا دیا، وہ بچہ کے آگے بیوی کو بھی بھول گیا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا، کہ نسیم رویا
اور نسیم نے کہا، سب کام چھوڑ چلے اس کو لے لو۔ نسیم کی تیسری سالگرہ ہو چکی تھی،
اور نسیم کا تبادلہ نصیر پور کا ہوا۔ نہ معلوم یہاں کی آب ہوا کا اثر تھا، یا یہاں والوں کی
کارستانی کہ اچھے اچھے ملا، اور سیانے ڈگمگا جاتے تھے نسیم سیدھا سادا آدمی
وہ ان لوگوں کی چالوں کو کیا سمجھتا تھا۔ دھڑلے کی دعوتیں ہوئیں، کھلم کھلا جلسے اور
علی الاعلان ناچ گانے ہوئے، بڑی خرابی یہ آ کر پڑی کہ خود تحصیلدار اسی
رنگ کے تھے، شروع میں تو نسیم نے کچھ گریز کرنا چاہا۔ مگر ماتحتی کا معاملہ کہاں تک پرہیز
کرتا۔ خوشی سے یا جبر آ جاتا، اور شریک ہوتا۔ ابتک آنکھیں بند تھیں، گھر یا گھر کی چاردیواری
دن تھا یا رات، زندگی کی کل کائنات ایک بیوی ایک بچہ۔ اب جو دیکھا تو دنیا کے رنگ
ہی اور ہیں، یہ خوان گوناگوں نعمتوں سے پر انواع و اقسام کی آسائشوں سے لبریز
اور طرح طرح کے میووں سے بھرا ہوا ہے، آنکھیں کھل گئیں، خیالات فاسد جمع ہونے
شروع ہوئے، لاکھ کوشش کرتا کہ اس آن میں فرق نہ آئے مگر اس کا کیا علاج
کہ نہ گھر میں جی لگتا نہ کچہری میں، بیوی زہر لگتی بچہ دشمن معلوم ہوتا۔ یا اس صحبت
سے نفرت تھی یا پھر رغبت ہوئی، کہ کچہری کے چھ گھنٹے قید معلوم ہوتے، چھوٹا اور پہنچا
نوبت یہاں تک پہنچی کہ دن رات کے ۲۴ گھنٹوں میں گھڑی آدھ گھڑی کو کھڑے
کھڑے آتا۔ مزاج میں غصہ دل میں کپٹ، آنکھ میں میل، تیوری پر بل، الٹی سیدھی ایک
آدھ بات کی، اور دیوانخانے میں جا لیٹا۔ پھر یہ بھی حکم نہ تھا کہ کوئی وہاں آ سکے۔ نسیم
تو خیر بیوی تھی اور بیوی بھی دوراندیش، اس نے قسیم کی محبت پر کبھی بھروسہ
ہی نہ کیا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ آندھی کے آم ٹھہرنے والے نہیں، مگر معصوم

بچہ پر سخت مصیبت آ پڑی اس کو تو ماں کا کہوا بھی باپ ہی کی گود تھی، یہ باپ کی بے انتہائی بھول سے کلیجے پر سخت چرکا تھا ساری ساری رات اور پورے پورے دن باپ کو یاد کرتا، ابا ابا کہتا اور روتا، تین ساڑھے تین برس کا بچہ بہت سی باتیں اپنی سمجھ کے لائق خاصی سمجھ لیتا، دیوانخانہ اچھی طرح پہچانتا تھا، گرتا پڑتا باپ کے پیچھے اس کے پاس پہنچتا، اور وہ کم بخت رُخ نہ کرتا، بارہا ایسا ہوا ہو کہ وہ ابا ابا رٹتا ہوا، روتا بلکتا اس کے پیچھے گیا، اور ظالم نے بازو پکڑ گھر میں چھوڑ کر کنڈی لگا لی، اور وہ ہٹر ہٹر باپ کی صورت تکتا رہ گیا، اس ہڑکے نے نسیم کی جان پر بنا دی، بہتیرا نسیمہ اس کو بہلاتی، چمکارتی، اور سمجھاتی، مگر باپ کی یاد ننھے سے دل سے دم بھر کو بھی فراموش نہ ہوتی، ایک دن رات کے وقت گیارہ بجے ہوں گے نسیمہ اپنے لال کو کلیجے سے چمٹائے بے خبر پڑی تھی کہ باجے تاشوں کی آواز سے نسیم کی آنکھ کھل گئی، سیدھا اٹھ مسکراتا ہوا باجے پاس چلا گیا، بچہ کا آنا اس وقت جب کہ قسیم اپنے نئے دوستوں کی صحبت میں مزے اڑا رہا تھا، بہت ہی غضب معلوم ہوا، اس بے دردی سے اس کو باہر نکالا، کہ دیکھنے والے بھی دنگ رہ گئے، بچہ کی بے غیرتی سمجھو یا فرط محبت کہ دروازوں میں ہی سے کھڑا جھانکتا رہا اور باپ کو محبت سے آوازیں دیتا رہا۔

ایک مہینہ مشکل سے اسی طرح گذرا ہو گا قسیم کی دونوں بہنیں، بھائی بھاوج کی اجازت سے چند روز کے واسطے وطن گئیں، اور صرف نسیمہ اور اس کا بچہ گھر تنہا رہ گئے۔

خدا کی باتیں خدا ہی جانے، مگر اتنا ہم بھی جانتے ہیں، کہ بیس پچیس روز تک باپ کی اس سنگدلی پر بھی نسیم پر کوئی خاص اثر نہ تھا، اور یہ کہنا غلط

ہوگی، کہ وہ جس سختی سے کام لیتا رہا، اس سے باپ کی بے دردی کا اظہار ہو
اچھی طرح سہہ لیا، اور ضبط کیا، مگر اس کے بعد بھی جان زیادہ تاب لا
ایک دن ادھر نسیم گھر آیا، اور ادھر وہ جا کر باپ کے پاؤں میں لپٹ گیا، یہ
ممکن ہے یہ خیال کیا جائے کہ نسیمہ نے سکھا دیا ہو، مگر اس کا پیٹ بھرا
وہ مر گئی ہوتی مگر ہماری نسیمہ اس شان کی عورت نہ تھی، وہ ایسی پھوپھی کی بھتیجی اور ایسی
استانی کی شاگرد تھی، کہ فاقے پڑتے، در در بھیک مانگتی مگر نسیم جیسے
شوہر کی نگاہ میں ذلیل نہ ہوتی۔ نسیم کا یہ فعل اس کا ذاتی تھا، کہ باپ کا
پاؤں پکڑ لیا، اور نہ جانے دیا لیکن افسوس شقی القلب باپ نے اس زور سے پاؤں
چھٹایا، کہ بچے کے منہ میں ایڑی لگی اور خون نکل آیا، وہ تڑپتا ہی رہا، اور نسیم
یہ جا وہ جا۔

اس واقعہ کا تیسرا روز تھا، کہ نسیمہ نے بچے کو نہلایا، سر میں تیل ڈالا، کنگھی
کر چکی تو اس کی صورت دیکھی پیار کیا، گود میں اٹھا کلیجے سے لگا لیا، مگر آنکھ سے ٹپ
ٹپ آنسو گرنے لگے۔ نسیم ماں کی یہ حالت دیکھ کر کچھ ایسا لپٹتا ہوا اپنے کرتے
کے دامن سے ماں کے آنسو پونچھے، اور کہا اماں جان کیوں رو رہی ہو؟

نسیمہ۔ بیٹا رو نہیں رہی، چلو! چل کر لیٹ جاؤ۔

نسیم۔ اماں۔ ابا ہم کو گود میں نہیں لیتے، خیر میں اب بڑا ہو جاؤں گا، میں
بھی ابا کو گود میں لوں گا، ان کو کبھی نہ لوں گا۔

نسیمہ بچہ کی بات پر مسکرا دی، خوب بھینچ کر پیار کیا۔ اور کہا اللہ تمہاری عمر دراز
کرے، تم جیتے رہو، بس یہی سب کچھ ہے۔

دوپہر ہو چکی تھی، لے کر لیٹی، تو بچہ سو گیا، ظہر کی اذان ہوئی تو نماز کو اٹھی فارغ
ہو کر ... بچہ کا ٹھنڈا ہو چکا تھا، کلیجہ دھک سے ہو گیا، بچہ

گو تو اس غضب کا بخار چڑھا، کہ الٰہی توبہ عشار کے وقت تک وہ معصوم چنوں کی طرح بھن رہا تھا، اتنا بڑا ڈھنڈار گھر۔ ماما چلی گئی اور نسیمہ اپنے لال کو گود میں لیے پڑی رہی۔

دن کی اس کی باتیں یاد آئیں، کلیجہ پر تیر برسے، لمحہ لمحہ بعد دیکھتی تھی کہ شاید بدن پسیج گیا ہو، مگر وہاں تو بھاڑ بھن رہا تھا، آدھی رات کا وقت دل ہوا ہو گیا نسیم آج کسی خاص جلسہ میں تھا، اور معصوم بچہ ظالم باپ کو بخار کی حالت میں خواب میں دیکھ رہا تھا، دفعتہً آنکھ کھولی، ابا کہہ کر ماں سے لپٹ گیا اور پھر آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ ماں نے ہر چند چمکارا۔ مگر وہ روتا پیٹتا گود سے اترا۔ اور دیوان خانے کی طرف چلا نسیمہ نے بچے کے پکڑنے میں کمی نہیں کی۔ مگر کلیجہ گوارا نہ کرتا تھا کہ اس کو روک لے وہ دیوانخانے کے دروازے پر گیا۔ اور باپ کو بلاتا رہا۔ لاکھ نسیمہ کہہ رہی تھی کہ بیٹا ابھی نہیں آئے۔ مگر وہ بلک رہا تھا، اور کہہ رہا تھا ابا جان اندر لیٹے ہیں کنڈی لگالی ہے نسیمہ نے بچے کو گود میں اٹھالیا، آسمان پر کالی گھٹا چھائی ہوئی تھی اور ہوا زور شور سے فراٹے بھر رہی تھی، بچہ کو لے اندر کے دالان میں آئی، منہ پر منہ رکھا پیار کیا، چمٹایا گلے میں ہاتھ ڈالے، ننھے ننھے ہاتھوں کو سینہ پر رکھا، اور رو کر کہا معبود حقیقی تو دیکھیا مصیبت زدہ نسیمہ کا لال تیری امانت ہے۔ الہ العٰلمین مجھ بدنصیب پر رحم کیجیو، پیچھے آقا، اچھے معبود دکھیاری کا لال شکستہ دل کا چراغ ہے نسیمہ یہیں تک پہنچی تھی۔ کہ نسیم پھر اٹھا۔ اور کہنے لگا۔ اچھی اماں جان چھوڑ دو، دیکھو، ابا جان گملوں کے پاس کھڑے ہیں۔ اچھی میری اماں جان ان کو بلادو۔

نسیمہ کے پاس اس کا جواب کچھ نہ تھا۔ آنکھ سے آنسو کی جھڑیاں بہہ رہی تھیں کبھی اس کو سینہ سے لگاتی، اور کبھی اس کو [illegible] چھوڑ دیتی تین بجے

تھے، بخار جنبش نہ کرتا تھا اور چار برس کا پلا پلایا بچہ آج ماں کے ہاتھوں میں تھا

بارش زور شور سے ہو رہی تھی، اور اس عظیم الشان مکان میں ایک بدنصیب

اپنے کلیجے کے ٹکڑے کو لیے بیٹھی تھی، ماتھے پر ہاتھ پھیرتی، پاؤں کو پیار کرتی بلبلاتی

اور روتی، بچہ نے پانی مانگا، رات کا وقت تھا، گود میں لے کر دروازہ پر آئی کہ کسی سے

شربت منگوا کر معصوم کا حلق تر کردوں، مگر سڑک پر سناٹا تھا، الٹی لوٹی، اور یہ

کہکر پانی پلایا۔ کلیجہ کے ٹکڑے شربت بھی نصیب نہ ہوا۔

اس فقرے نے نسیم پر کچھ ایسا اثر کیا، کہ وہ اٹھ بیٹھا۔ ماں رو رہی تھی

اس کو پیار کیا، اور کہا، اماں تم روؤ نہیں، میں اچھا ہو جاؤں گا۔ اماں جان

اب بخار اتر رہا ہے۔

ایک بجلی گری، جس نے نسیمہ کے تمام بدن میں آگ لگا دی، ممتا کی ماری

بچہ کے پاؤں پر گر پڑی، اور کہا میں اپنے بچے کے صدقے نہیں میں نہیں روتی

ہاں بیٹا اب بخار اتر رہا ہے۔

نسیمہ اتنا ہی کہنے پائی تھی کہ نسیم کو پھر غفلت ہوئی اور ماں کا منہ اس کے

ہونٹوں پر تھا کہ وہ چونکا، اور کہا، اچھی اماں وہ آ گئے، ابا آؤ ابا ......

ہر چند نسیمہ نے اس وقت بہلانا چاہا، مگر بچہ نہ سنبھلا، کھڑا ہوتا تھا مگر

گرتا۔ گرتے ہی ماں نے گود میں لیا، لیتے ہی آنکھیں پھیر لیں "ابا" زبان سے نکلا

مگر پہلی ہی آواز پر اس حالت میں کہ بدنصیب ماں کی نگاہ اپنے لال کے چہرہ پر تھی۔

اس کو ایک ہچکی آئی، آنکھیں ماں کی صورت پر اور زبان باپ کی یاد میں تھی، کہ نسیمہ

کی گود میں اس کا لال ہمیشہ کی نیند سو گیا۔

(۱۷)

نسیم کی موت بدنصیب ماں کے واسطے ایک ایسا مصیبت کا پہاڑ تھا جس

لیکے امیر سینہ ہوش و حواس بگاڑ دیے ، اکیلی ٹکڑوں ٹکڑوں میں پھر بڑی رہتی ، زیادہ
لیٹنا سب ہوتی در رہنے لگی ، کلیجہ میں ایک ہوک اٹھتی ، دل پر چوٹ لگتی ، آنکھوں میں
اندھیرا آتا ، دماغ میں چکر آتے ، دیوانوں کی طرح پھرتی ، سودائیوں کی طرح بڑبڑاتی
اور کوئی اللہ کا بندہ آشنا نہ تھا کہ دو باتیں کرتا ، اور اس کا غم غلط ہوتا ، نسیم کے
خیالات ہی اور تھے ، اس کا دل پہلے ہی بیوی بچے کی طرف سے اچاٹ ہو چکا تھا
رنج تو درکنار اس کو ملال بھی نہ ہوا اور دو ایک دن کے بعد خیال بھی جاتا رہا ، مگر
اس ماتا کی ماری ماں نسیم جیسے لال کو پال پوس گھری گود میں سلا زندہ درگور
ہو گئی ، کیسا کھانا پینا اور کس کا اٹھنا بیٹھنا ، دو دو تین تین وقت فاقے کی ما
ماری مشکل سے کچھ لے کر بیٹھی ، اور پہلا ہی نوالہ گویا پھنس حلق میں رہ گیا ، بچہ کی یاد آتے
ہی بھوک پیاس سب اڑ گئی ، دروازے پر جا کر جھانکتی ، سڑک پر چاروں طرف
تکتی ، چھتوں کی طرف گھورتی لیکن وہ چاند سی صورت نظر نہ آتی ، چاند اس کے
سر چمکتا ، بادل اس کے سر پر آتے ، بوندیاں اس کی گود میں گرتیں ، ہوا اس کا
اٹھا پر پڑتی ، مگر بچہ کی جھلک دکھائی دیتی ، چاند سے باتیں کرتی ، ابر کے ٹکڑوں
سے خطاب کرتی ، روتی اور کہتی "کالے کالے بادلو گھر گھر کر آؤ ، چاند کو چھپکا دو
تاروں کو دمکاؤ ، گرجو ، برسو ، پانی گراؤ ، بوندیاں برساؤ ، سبزے اگاؤ ، پھول
کھلاؤ ، کھیتیاں سیراب کرو ، پودے شاداب کرو ، مگر آہ میرے لال کی صورت
دکھاؤ ۔ مہینہ بھر کے قریب نسیمہ کی یہ کیفیت رہی ، پھوپی کو اس کی حالت کا پورا
اندازہ تھا ، جب طبیعت زیادہ بگڑنے لگی ، تو پھوپھی نے یہ خط لکھا ۔
" نسیمہ پیاری کو پھوپی کی طرف سے دعا ، بیٹی تمہاری مصیبت اور
کیفیت معلوم ہو کر افسوس بھی ہوا اور تعجب بھی ، تم جانتی ہو
[illegible] دنیا اندھیر ہو گئی ، نسیم جیسا لال تمہاری

تمہارا گھر سونا اور تمہاری زندگی برباد کر گیا، تم جتنا رو لو کم ہے اور جو
کچھ کرو تھوڑا ہے، مگر بیٹی دنیا کا یہی دستور ہے، تمہارا بچہ انوکھا نہیں
مرا، قبرستان میں جا کر دیکھو اتنی اتنی قبریں ہزاروں دکھائی دینگی
یہ بھی تو کسی کے کلیجہ کے ٹکڑے تھے۔ جہاں تیوں پر سوئے سینوں پر
لوٹے اور آج ہزاروں من مٹی کے نیچے دبے پڑے ہیں، جن ہاتھوں
سے انکو لوریاں دیں، ان ہی ہاتھوں سے گہری نیند سلا دیا
دنیا اسی کا نام ہے، یہ سلسلہ چل رہا ہے، اور چلیگا، قدرت کا نظام
ہمیشہ پورا ہو رہا ہے، اور ہوگا، تمہارے یا میرے روکے رک نہیں سکتا
نسیم تمہاری ملکیت نہ تھا، تمہارے پاس امانت تھی، جب تک
جی چاہا چھوڑ رکھی، اور جب جی چاہا لے لی، تم رونے والی کون، اولاد
ثمر زندگی ہے، مگر بہت کم ہونگی ایسی مائیں جو اس مصیبت سے آشنا
نہیں، کیا درخت کے سب پھل باغبان ہی کی ملکیت ہیں نہیں
ان میں کچھ پکے گرتے ہیں، کچھ طوطے کھاتے ہیں، کچھ برباد ہوتے
ہیں، تم نے ابھی دنیا کا کیا دیکھا ہے، یہ انسانی زندگی کے نشیب و
فراز ہیں، اگر تکلیف نہ پہنچے اور مصیبت نہ آئے تو انسان
بھول کر بھی نہ یاد کرے، خدا ایسے ہی وقت یاد آتا ہے اور
وں پر اس سے مدد ملتی ہے، تم اس مصیبت سے الگ نہیں
یقت مصیبت نہیں، تم مسلمان ہو، اور قرآن و حدیث
ایمان، کیا تمکو معلوم نہیں، کہ حضور اکرم نے یہ فرمایا
ے چھوٹے معصوم میدان حشر میں ماں باپ کی مغفرت
نگے، دنیا اچھی طرح یا بری طرح سب کی گزری ہے اور گذ

اسی بہانے سے نسیم تمہارے واسطے توشہ آخرت اور سبب مغفرت ہو گیا۔ اصل مرحلہ تو وہاں کا ہے، یہ تو سیمیائی جلوے اور کیمیائی نظارے ہیں، کیا تمکو وہاں جانا نہیں، اس وقت کو بھی آیا سمجھو، آنکھہ بند کرنے کی دیر ہے، یہ رات کوئی دم میں صبح ہوئی، اور سفر شروع ہو گیا، کیسی کٹھن منزل اور کڑا راستہ ہے جہاں آدمی نہ آدم زاد، سنگی نہ ساتھی سہیلیاں نہ ہمجولیاں صرف اپنے اعمال اور اپنے افعال نسیمہ بیگم اس وقت کون مددگار ہو گا حسرت و یاس سے چاروں طرف دیکھو گی، اور کوئی صورت نظر نہ آئے گی، ایک عظیم الشان دربار ایک زبردست حاکم تخت حکومت پر ہو گا، اور ایک عاجز انسان، ایک بندہ گنہگار کی ہستی نسیمہ اس نازک وقت میں مجھہ جیسی عاشق زار پھوپی، او زاہد جیسا غمگسار باپ اپنی مصیبت میں گرفتار ہوں گے، ہاں اس وقت ایک بچہ دوڑ کر تمہاری چھاتی سے لپٹے گا، اور تمہارا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لیجائیگا۔ اور وہ تمہارا پیارا لال نسیم ہو گا، تم نے اپنے واسطے پہلے سے ایک سامان بھیجدیا، اور وہ سامان اس اڑے وقت میں تمہارے کام آئے گا، مگر آج تم اپنے آنسوؤں سے اس پھول کو پامال کرتی ہو، اس سے زیادہ لغزش اس سے بڑھ کر بے وقوفی کیا ہو گی۔

میں نے میاں نسیم کا حال بھی سنا، وہ ماشاء اللہ سمجھدار آدمی تھے، جو ہونا تھا سب سمجھا وہ گزر گئے ہیں۔ تم کیوں رنجیدہ ہوتی ہو۔ ان کو اس فانی دنیا سے خوش ہو لینے دو، ان کو

نسیم کی آواز ناگوار تھی، اب یہ آواز اُن کے کان میں نہ
آئے گی، دنیا کی تمام بہاریں اُنکے واسطے ہوں گی، وہ آج
نائب تحصیلدار ہیں، کل تحصیلدار اور ڈپٹی کلکٹر ہوں گے، مگر
کلیجے کے ٹکڑے نسیم کی ہڈیاں گلکر خاک ہو چکی ہوں گی، وہ باپ
کی آواز کو ترستا، اور صورت کو پھڑکتا، باپ کے گھر سے سدھارا۔ مگر
وہ بانکا عاشق تھا۔ وہاں بھی باپ کو نہ چھوڑے گا، اس وقت
خود میاں نسیم کو معلوم ہوگا کہ میں نے کیا کیا۔ تم کو نہ سدا دونو
وقت کھانا ملے رہے، عزت سے ایک کونے میں بیٹھی ہو۔ پہننے
کو کپڑے، پکانے کو دانا، تمہارے پاس موجود ہے، شوہر کا شکریہ
ادا کرو، اور دعا کرو کہ خدا ان کو نیک توفیق دے۔ بہت سی
اللہ کی بندیاں تم سے بدتر حالت میں ہیں، ان پر نظر ڈالو،
اور خدا کا شکر کرو، ماں باپوں کی بیٹیاں بڑے بڑے
دکھڑے بھگتی ہیں، اور باپ دادا کی شان آج تم میں ہے، ان کا خون
تمہاری رگوں میں دوڑ رہا ہے، نسیمہ بیگم وہ کام نہ کرنا، کہ کل باپ
دادا سے شرمسار ہو، وہ مر گئے مگر ان کا نام باقی ہے، ان کی عزت
تمہارے ہاتھ، اور اُن کی شرافت تمہارے ساتھ ہے۔ بیٹی مصیبت
کو جھیلو، سختیوں کو استقلال سے اور تکلیفوں کو ہمت سے
اٹھاؤ، اور میری یہ بات لکھ رکھو، میاں نسیم کے نئے دوست
ساون کی چڑیاں ہیں، چند روز میں اُڑ جائیں گے، وہی گھر ہوگا
اور وہی تم ہوگی، ایسا نہ ہو اس وقت کا پچھتاوا، اور ان دنوں
کا کوئی افسوس تمہارے پاس باقی رہ جائے، یہی آزمائش کا وقت ہے

پہلے سے زیادہ خدمت کرو، اور بتا دو، کہ شریفوں کی بیٹیاں مصیبت
میں کندن، اور تکلیف میں پارے کی طرح چمکتی ہیں۔ یہ دن ہمیشہ
رہنے والے نہیں، خود زمانہ میاں نسیم کی آنکھیں کھولیگا، وہ پا
کے پر روئیں گے، ان کا دل شرمندہ، اُن کی نگاہ نیچی، اُنکی
آنکھیں نم، اور اُن کا ضمیر پریشان ہوگا، مگر ضرورت یہ ہے کہ اسوقت
تمہارا دل بشاش، تمہاری نگاہ اونچی اور تمہاری آنکھیں شیر
ہوں، دنیوی فیصلہ کا وقت وہی ہوگا، اور صرف تم دونوں کے
دل اس وقت منصف ہونگے نسیمہ بیگم ایسا نہ ہو، کہ میاں کے
سامنے تمہاری نگاہ نیچی ہو جائے۔

نسیم میاں کو میری طرف سے دعا کہنا۔

دعاگو

تمہاری پھوپھی

(۱۸)

ڈاک نسیم کے ہاتھ میں آتے ہی اس نے پھوپی کا خط پڑھا۔ خط کیا گزری ہوئی داستان
کا پورا بیان اور آئندہ کی سچی پیشین گوئی تھی۔ ہر حرف کلیجہ میں گڑا، اور دل میں چھپا
اپنی بھونڈی، اور بھدی تصویر آگے دکھائی دی۔ اس پر پھوپی کی شفقت اور یہ گرانمایہ
نصیحت کچھ ایسا جادو تھا کہ چیخیں مار کر رونے لگا۔ غور کیا تو معلوم ہوا کہ مجھ سے
زیادہ ظالم، مجھ سے بڑھ کر دنیا بار کون ہوگا جس نے ایسی بیوی کو خون کے آنسو
رلوا دیے۔ پھوپی نے جس وقت کی طرف اشارہ کیا تھا وہ فوراً ہی آنکھ کے سامنے آگیا
بے تاب ہو کر خط لیے ہوئے اندر گیا، دیکھا تو بیوی کچھری کے لیے انڈے تل رہی
تھی، یہ اور بھی زبردست چرکا تھا، صورت نظر پڑتے ہی پچھلی تمام باتیں یاد

آگئیں، اور ساتھ ہی خیال آیا، کہ اس نخنتی بڑی بیوی نے کبھی آدھی بات زبان سے نہ نکالی، نسیمہ نے آکر انڈے اور روغنی روٹی باندھی، پان بنا کر میاں کے سامنے رکھا، دل امنڈ رہا تھا دیوانہ وار اس کے پاؤں پر گرا، اور کہا

"بیگم! میرا قصور معاف کر دو"

شوہر کے اس طرح دفعتہً خلاف عادت پاؤں پر گرنے سے نسیمہ سہم گئی، پہلے تو وہ کچھ سمجھی ہی نہیں، مگر اس کو روتا دیکھ کر ضبط نہ ہو سکا، اپنی آنکھ سے بھی آنسو جاری ہو گئے، سر اٹھا کر ہاتھ میں لیا، اور اس کے قدموں کو ہاتھ لگا کر کہا۔

یہ کام تو میرا ہے تمہارا نہیں

تم آقا میں لونڈی، تم حاکم میں محکوم، تم سرتاج ہو میں چیری ہوں، تم مالک ہو میں باندی ہوں، مجھ کو گنہگار نہ کرو، سچ کہتی ہوں میں اب تک پوری طرح نہ سمجھی کہ کیا معاملہ ہے، لیکن تم نے میرے پاؤں پر سر رکھ کر میری زندگی پر ایک نما دھبہ لگا دیا، خدا شاہد ہے میں بے خبر تھی، ورنہ میں اس سر پر قربان ہونے والی ہوں خدا اس سر کو ہمیشہ بلند رکھے، اس سر سے میری عزت اور اس زندگی سے میری وقعت ہے، تمہارے در پر میری پالکی آئی ہے، اور کھٹولی جائے گی، جیوں تو تمہاری اطاعت میں، اور مروں تو تمہاری خدمت میں، آرزو ہے کہ تمہارے ساتھ عزت آبرو سے زندگی بسر ہو، اور ارمان ہے کہ تمہارے ہاتھ سے پیوند زمین ہوں، وا
کا سایہ میرے سر سے اٹھ چکا، بھائی کوئی موجود نہیں، بچے وارث
تم ہو، زندہ لائے ہو، مردہ پہنچا دینا، میری زندگی کی مراد میر
تو اتنا کہ بڑوں کی لاج، اور بڑوں کی آن میں فرق نہ آئے جس
انہی ہاتھ سے سپرد خاک کر دینا، اللہ بس باقی ہوس

نسیم کی آنکھ بیوی کے سامنے ہوتی نہ تھی، د

سے ہچکی بندھ گئی، اس کا ہاتھ آنکھوں سے لگایا، اور کہا،

تم شریف ہو میں ذلیل، تم بیگم ہو، میں نوکر، تم انسان ہو میں پتھر، میں تم سے اور تمہارے معصوم لال سے شرمندہ ہوں، میں نے تمہاری قدر نہ کی، مگر تم نے اس پردیس میں وہ جوہر دکھایا جس کی چمک قیامت تک مٹنے والی نہیں، مرنے والی روحیں تمہاری زندگی پر فخر کریں گی، اور آنے والی نسلیں تمہارا نام سر آنکھوں پہ رکھیں گی تم انسان کی صورت میں فرشتہ، اور نسیمہ کی صورت میں حور ہو، تم نے میرے ظلم سہے اور اُف نہ کی مصیبتیں جھیلیں اور آہ نہ کی، میں گنہگار ہوں، شرمسار ہوں منہ نہیں کہ معذرت کر سکوں، اور کچھ نہیں کہہ سکوں، نسیمہ بیگم بیویاں تم سے سیکھیں گی بیٹیاں تمہارا نمونہ بنیں گی، تم آخرت میں بامراد ہو گی، زندگی تمہارے واسطے چمن اور موت تمہارے واسطے دلہن ہو گی، مگر آہ میں بدنصیب و نوجوان گیا، بیگم میرا ایمان مجھ پر ملامت کر رہا ہے، میرا دل مجھ پر لعنت بھیج رہا ہے، نسیمہ بیگم اپنے کرم سے اپنے رحم سے اپنا صدقہ اپنے باپ کی روح کا صدقہ میرا قصور معاف کر، لاکھ نسیمہ کے مظالم کی تصویر نسیمہ کے سامنے تھی، مگر اس کی تقریر سے پتھر بھی موم ہو جاتا ہے، ضبط نہ کر سکی، اس کے قدموں کی طرف جھکی، اور کہا

"اچھا"

اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، اور آسمان کی طرف دونو میاں بیوی ہاتھ اٹھائے ہوئے، اسوقت نسیمہ نے اپنے آنسوؤں کو روکا، اور کہا،

ہیں کام آنے والے معین، بے کسوں کو مدد دینے والے مددگار

[bandے] تیرے حضور میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہماری زندگی گناہوں

سے لتھڑی تیرے سامنے ہے، سچے دل سے اور اچھی نیت سے

ور توفیق دے، کہ تادم واپسیں اپنے قول پر ثابت

قدم رہیں۔

(۱۹)

قسیم کا دل اس وقت بیوی کی صفائی سے کچھ ٹھہر گیا، اور بات بھی گئی گذری ہوئی مگر یہ دہلا کا کچھ ایسی بری طرح اس کے دل پر بیٹھا، کہ وہ دم بھر کو بھی اس سے غافل نہ ہوتا، سوتا ہو تو خواب اور جاگتا ہو تو خیال، کچہری کے سوا باہر کا آنا جانا اس نے قطعاً موقوف کر دیا، وہ خود بعض وقت اپنی پہلی حالت پر غور کرتا تو کانپ جاتا، کچہری میں جی لگتا نہ گھر میں، قبرستان جاتا، بچہ کی قبر پر روتا، اور کہتا مجھ سے زیادہ ظالم باپ کون ہوگا جس کا لال میرے ظلم کا شکار اس جنگل کو آباد کر رہا ہے، زندہ ہوتا۔ تلافی کرتا، معافی مانگتا۔ مگر اب کیا کروں، بیوی کو دیکھتا کہ اس کی نہ جبیں میں میل ہے نہ تیوری پر بل، ہر وقت خدمت میں مصروف اور اطاعت میں سرگرم قسیم کی یہ حالت دیکھ کر نسیمہ ہر چند اس کو سمجھاتی، اور قسیم سے کہتی، مگر اسکو کسی طرح تسکین نہ ہوتی، کچہری کا کام خراب ہونے لگا، اور غذا برائے نام رہ گئی، قسیم کی یہ کیفیت دیکھ کر نسیمہ کو دوسرا لڑکا پیدا ہوا، تین مہینہ کی چھٹی دلوا گھر لائی، انگریزی اور یونانی سب ہی قسم کے علاج کرائے۔ مگر قسیم کی حالت روز بروز خراب ہوتی گئی، چند روز میں اٹھنا بیٹھنا ختم ہو گیا۔ ہر وقت پلنگ پر پڑا رہتا زندگی کے پچھلے کارنامے پیش نظر ہوتے اور حسرت و یاس کی تصویر آنکھ کے روبرو

نسیمہ ان بیویوں میں سے بیوی نہ تھی کہ قسیم کے دکھ یاد رکھتی، اور سکھ بھول جاتی۔ وہ خوب اچھی طرح سمجھتی تھی کہ اگر خدانخواستہ یہ مر گیا تو پوری مٹی پلید ہو گی، اسکا ظلم دوسروں کے رحم سے اچھا، اس کی نفرت اوروں کی محبت بہتر اس نے جی کھول کر شوہر کی خدمت کی تمام رات اس کی پٹی پکڑے بیٹھی [illegible] ماں بہنیں بھاوجیں سب موجود تھیں مگر اس کو کسی پر اعتبار نہ

سے دوا پیتی، اپنے سامنے پلاتی، مگر خرابی یہ تھی، کہ کوئی خاص مرض نہ تھا، ایک ندامت تھی جس نے نسیم کی جان پر بنا دی۔ اس میں بھی نسیمہ نے خدمت کا وہ حق ادا کیا کہ نسیم اس کا کلمہ پڑھنے لگا، ایک روز آدھی رات کے وقت سب پڑے سوتے تھے نسیمہ بھی جاگ رہی تھی، کہ نسیم نے پانی مانگا، پلا چکی، تو نسیم نے وہی اپنی معذرت شروع کی، کچھ دیر تک نسیمہ چپکی بیٹھی سنتی رہی، اور پھر کہا

"میں تم سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں، اور اب پھر کہتی ہوں، میری زندگی کی تمام بہاریں تمہارے دم سے ہیں، جب خدانخواستہ تم نہ ہوے، تو میرا جینا بے کار اور مرنا فضول، تم اپنی جان کو گھلا کر مجھکو زندہ درگور کر رہے ہو، موت اس وقت سے بہتر ہے جب مجھکو خدا یہ وقت دکھائے، میں کچھ نہیں کہتی، مگر تم اپنے ساتھ میری زندگی کا خاتمہ کر رہے ہو، وہ پھر دنیا جو آج تمہارے دم سے میرے واسطے جنت ہے، خدانخواستہ تمہارے بعد میرے لیے مصیبت ہوگی، ابھی تم نے دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے، ہماری زندگی ابھی ایک کونپل ہے جس میں بہت سے پھل پھول آنے ہیں۔ تم اس لہلہاتے ہوئے پودے کو کیوں پامال کرتے ہو، انسان سے غلطی ہوتی ہے، وہ خطا ونسیان کا پتلا ہے، اس خیال کو دل سے نکالو، اور مجھ پر رحم کرو، تم پہلو میں میرے ایسے ہی تھے آج میں تمہاری محبت کی خواستگار ہوں،، نسیمہ کی یہ درخواست نسیم کے دل کو لگ گئی، ندامت کا اثر فطری طور پر بھی اس کے دل سے زائل ہوتا جاتا تھا، بیوی کی التجا نے مرہم کا کام کیا، اور چند روز بعد نسیم اچھی طرح چلنے پھرنے لگا۔

(۲۰)

کی طرف سے اطمینان ہونے کے بعد نسیمہ کو اب کوئی خاص فکر نہ تھا بھی زائل ہو چکا تھا، ہاں یہ خیال اکثر اس کے دل میں کھٹکتا کہ وہ …

بڑھاپے میں جتنی چاہتی تھی نہ کر سکتی تھی، اس میں شک نہیں کہ اگر وہ دس پانچ روز کیا
چار پانچ مہینے بھی متواتر وہاں جا کر رہتی، تو نسیمہ اتنا دب گیا تھا، کہ خواہ تکلیف ہوتی
ناخوش ہوتا، زبان سے اُف نہ کرتا، لیکن نسیمہ تو وہ بیوی تھی جس نے تمام عمر شوہر کو
شکایت کا موقع ہی نہ دیا۔ دل ضرور تڑپتا طبیعت بیشک بے چین ہوتی۔ مگر صبر کرتی
اور ضبط کرتی۔ جانتی تھی۔ کہ میرے باہر قدم دھرتے ہی سارا گھر چوپٹ ہو جائیگا
نندیں گو موجود ہیں۔ مگر پھر لڑکیاں ہیں، بھائی کو پورا آرام ہرگز نہ پہنچا سکیں گی۔
آٹھویں دسویں جاتی، صبح گئی، دن بھر رہی، شام کو آگئی، یہاں بھی کوئی خاص کام
اس کے سپرد نہ تھا، مگر سب سے زیادہ تو دونوں نندوں کی ہی حفاظت ایک ایسی ذمہ داری
تھی جس نے اس کو قید کر کے بٹھا دیا، دن بھر کو بھی جاتی، تو میاں کو گھر میں بٹھا کر
ساس کی وصیت کے مطابق وہ بھی ان بچیوں سے کچھ ایسی محبت کرتی تھی کہ سگی
ماں بھی ہوتی تو اتنی ہی کرتی بڑی رابعہ سولہویں برس میں تھی، ہندوستان
کے موجودہ تمدن نے جو لڑکیوں کی بے وقعتی کی ہے، اس سے یہ گھر بھی نہ بچا، دن دونا
ہوتے جاتے تھے، اور کوئی جھوٹ موٹ اُکر یہ بھی نہ پوچھتا تھا، کہ اس گھر میں کوئی
لڑکی ہے، امیر گھر کی بچی، کھاتی پیتی، طبیعتوں کی مردنی، بے فکری کی نیند سوتی
بنی ہوئی تھی، نسیمہ کو تو پروا بھی نہ تھی، مگر نسیمہ کا اسے دیکھ دیکھ کر خون خشک ہوتا
تھا، چاروں طرف تار تو بھیجے، مشاطہ اور بیچ والیاں سب ہی سے کہا اور سنا
مگر سال پورا گزر گیا اور ایک بات ڈھنگ کی نہ چھڑی۔ خدا خدا کر کے اشفاق حسین
بی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا، اور ایک پیغام آیا، خدا کی شان ہے جس لڑکی کے ساتھ
۱۰ ہزار کی جائداد، دریا پار کا ایک موضع، اور ایک کے بدلے چار سو روپیہ زیور
دس کے خواستگار ایسے صاحبزادے تھے۔
کے اور بیچ صورت سے عشق، مزاج کے خبطی، ہوتے ہوئے نوکر نہ ...

کے باپ، لنگڑے، رنڈوے، پردیسی۔

نسیمہ تو اکھڑ گئی تھی، مگر پھوپھی نے کہا بیٹی کب تک بٹھاؤ گی، جوانی ڈھل رہی ہے پھر کوئی اتنا بھی نصیب نہ ہوگا۔ جس گھر میں دیکھو کوارکوٹ چنے ہوئے ہیں، بیٹیاں کیا ہیں چیونٹیوں کی فوج ہیں، بر ملتا نہیں، بسم اللہ کرو۔

مجبور نسیمہ بھی راضی ہوگئی تھی، قسیم بھی ایک ہفتہ کی چھٹی لیکر بہن کو وداع کرنے آگیا، اس شادی کے ہم کو صرف اس حصہ سے بحث ہے، جو نسیمہ سے متعلق ہے وداع سے ایک روز قبل اس نے نند کو اپنے پاس بٹھایا، اور کہا،

رابعہ بیگم! میں تم کو اس کام کے واسطے جواب قدرت تم سے لینا چاہتی ہے مدتیں ہوئیں کہ تیار کر چکی ہوں، مگر اب اس کام کی ایک شاخ ایسی نکلی ہے جس کے متعلق میں تم سے آجتک گفتگو نہ کر سکی، بیٹی، شادی میری ہو چکی، اور تمہاری ہو رہی ہے۔ میں ماں بن چکی اور تم بنو گی، نہیں تم بیوی ہونے کے ساتھ ہی ماں بھی ہوگی تمہارے تین بچے موجود ہیں اور دنیا ایک اہم ذمہ داری کا کام تمہارے سپرد کر رہی ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ تم آئندہ چلکر اسے تکلیف سمجھو، اور یقین کر لو، کہ بھاوج نے یہ جان کر کہ سوت اچھی، اور سوت کے لیلڑے بُرے، مجھ کو کنوئیں میں ڈھکیل دیا لیکن نہیں میں ایمان سے کہتی ہوں، تم مجھے پیٹ کی بیٹی سے زیادہ ہو، مگر کیا کروں یقین کرنا ماتوں اسی جھگڑے میں ہی ہوں، اور سمجھی ہوں، کہ کسی طرح تم کو دلہن بناؤں، میں کیا کروں، تمہارا سنجوگ یہی تھا اور یہ انوکھا تمہارا نہیں ہے ہزاروں کی بیٹیاں سوکنوں اور ان کے بچوں کو بھر رہی ہیں، اور بیسیوں اللہ کی بندیاں ایسی نکلیں گی جنہوں نے اس کٹھن رستے کو گلزار کر لیا، تم اگر ایمانداری سے کام کرو گی، اور سمجھو گی کہ بے ماں کے بچے تمہارے اپنے بچے ہیں، تو دنیا کی خوبیاں دکھانے کے واسطے موجود ہیں، معصوم بچے بے قصور بچے ہیں۔

ان کا باپ ہر وہ نہیں، پھر ان سے نفرت کرنی غلطی اور بیہودگی ہے، خدا نے ان
سے ایک ماں چھین کر دوسری اس لیے دی ہے کہ وہ پہلی ماں کو بھلا دے، ان کو چھاتی
سے لگائے اور شفقت سے سلائے، اگر بہت سی کم بخت لڑکیاں اس جلاپے
میں پڑ کر دین اور دنیا دونوں برباد کر لیتی ہیں۔ دور کیوں جاؤ، اپنی پھوپھی زاد بہن
ہی کو یاد کر لو۔ تم نے اُن کو دیکھا تو ضرور ہوگا، آپا نصیرہ کو مرے مشکل سے آٹھ برس
ہوئے ہونگے۔ ان کو بھی لیتے گھر جانا پڑا، جہاں ایک بچہ ساجد موجود تھا، تین برس کا
بچہ سمجھتا بھی نہ ہوگا، کہ موت اور شادی کیا بلا، باپ بچے کا عاشق زار تھا، چار سو
روپیہ کی تنخواہ، ہزار بارہ سو روپیہ کا کرایہ، روپے کی کیا کمی تھی، ذرا بچہ کا بنڈا پھیکا
اور اس نے جھٹ سے چار پیسے کر دیے، میری آنکھوں دیکھی بات ہے کہ ماں کے
مرنے سے کوئی دو مہینے پہلے تو تلی چچی آئیں، بچہ گود میں اٹھا لیا اور اس کی ماں ذاکرہ
بیگم کو ہزار دعائیں دیں، بیچاری غریب آدمی تھیں، کنبہ ہی سے کچھ سلوک
ہو جاتا، اس میں گذر کرتیں، ذاکرہ نے بچہ کو اٹھنی دی کہ جا کر تو تلی چچی کو دیدو
وہ بچہ لیکر گیا، چچی نے کہا چندا ضرورت زیادہ ہے، روپیہ دے، بچہ اٹھنی
پھیر لایا اور ماں سے کہا، روپیہ دو۔ ذاکرہ کہنے ہی کو بیگم نہ تھی، اپنے پیٹ
کی بیگم تھی، ایک روپیہ کی جگہ سو روپے بچے پر سے قربان کرنے اس کو مشکل
تھے، دل کی بھی ایسی تھی، کہ روپے کی جگہ ہمیشہ دس اٹھائے، مگر وقت کی بات
اس وقت اڑ گئی اور کہا نہیں بس اٹھنی دیدے۔ بچہ بھی آخر کس کا تھا، لاڈلا بچہ
لگا بچہ لگا ایڑیاں رگڑنے اور ہچکیاں کھانے کہ ہائے روپیہ لوں گا، ذاکرہ نے
ہم کہا، لی، کہ دیکھوں تو سہی، تو ہے کس کا بچہ روپیہ نے تیرے لے۔ اتنے میں باپ کچہری
کے پھیرے بھی تو وہ آتا ہے اسی لتھڑے پتھڑے بچے کو گود میں اٹھا لیا، وہ بیکا مکر
ہوا تھا ایک دم بیہ گیا، مجھ سے لے دو دون، چار دون ہو گئے۔ ذاکرہ

بی ضد اتنی تھی قسم کھا کر کہا، اگر تم نے اس کو روپیہ دیا، تو مجھ سے زیادہ برا کوئی نہ ہوگا
ہم سب بیٹھے ہنس رہے تھے، کہ بچہ کی ضد، ما کی قسم فیصلہ دیکھیں کیا ہوتا ہے
بہتیرا ہی ڈپٹی صاحب نے اسکو پیار کیا، مگر وہ کیا قابو میں آنے والا تھا، میاں نے
بیوی سے کہا، تم نے سچ مچ روپیہ کی قسم کھالی ہے۔

بیوی ہاں میں نے قسم کھالی ہے، اس وقت نہیں دوں گی، پھر چاہے دو دیدینا
ڈپٹی صاحب نے ماما سے کہا، میرا صندوقچہ لا۔

بیوی اچھا تم روپیہ دے کر دیکھ لو، خدا کی قسم جو میں اس کو اپنے ساتھ سلاؤں
تو میری قسم کوئی چیز ہی نہ ہوئی۔

میاں تم دیکھو تو سہی تمہاری قسم ٹوٹے جب ہی خفا ہونا۔

بیوی ہاں اچھی بات ہے۔

ڈپٹی صاحب نے صندوقچہ کھولا، اشرفیوں کی تہ بچھی ہوئی تھی، بچہ سے کہا
لو ایک لے جا کر دیدو، بچہ نے اشرفی اٹھالی، اور جا کر دیدی، چچی نے ہزاروں دعائیں
دیں، ادھر باپ ہنسا، ادھر ماں کو بھی ہنسی آگئی، تو بیوی ایسا اللہ آمین کا بچہ
جب ماں مرگئی ہے، تو ڈپٹی صاحب نے سگی سالی نصیرہ بیگم سے نکاح کیا اور
یہ سمجھ کر کہ حقیقی خالہ ہے اس سے اچھی پرورش بچے کی کون کرے گا مگر
بی نصیرہ کا کچھ ایسا کہا تا پیتا نہ تھا، باپ تو تنخواہ ہی نہیں ، ایک تا ہو جو تھیں یا وہ
چہرے چہرے بھائی، مگر خدا اس بچی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے جب
تک جی ایسا میکہ کا بھرتا بھرا کہ واہ واہ آتی نصیرہ کو اریہ میں اتنا دیا ہے، کہ یا ہم
بھی ہوتا، تو ایسا جہیز نہ کرواتا، کھانے میں کھانا، کپڑے میں کپڑا، جہیز میں جہیز
میں بسنت مرنے والی کے حلق سے بغیر اس بچے کے کوئی چیز ہی نہ اترتی تھی
تو دونو وقت ۔ دیکھتے تھے کہ بھرے ہوئے خوان چلے آرہے ہیں، الغرض کہ

ھیروں کبھی ریشمی تھان ۔ ثابت ثابت جکڑ
اور مصالحہ جو بکڑ وہ بہن کو، ذاکرہ کی زندگی تک
انہ تھیں، ایک دن وہ نہ آتا، تو دیوانو
بچہ زہر معلوم ہونے لگا، اور اپنے ہاں تو بجز
انی دشمن ہوگئی، لاکھ باپ فریفتہ تھا، مگر ہر
کہ بات بھی نہ پوچھتا، ہر وقت اس کا [illegible] تھا
ساجد کو نہ دیکھتا، سچ یہ ہے کہ یہ کانٹا شروع ہی سے نصیرہ
سے ہا تھا، اور یہی فکر میں تھی، کہ کسی طرح اس کا خاتمہ کر دوں، مگر موت نہ تو بیٹی
ب کے ہاتھ میں تھی نہ نصیرہ کے، ہاں اتنا اس نے کر دیا کہ اگر کبھی ساجد نظر بھی
آتا تو باپ کی آنکھوں میں اسے دیکھکر خون اتر آتا، بن باپ کے بچوں کی ظالم سوتیلی
ں کے ہاتھوں جو گت بنتی ہے وہ ظاہر ہے، مگر ساجد بد نصیب کا ہونا تو خالہ کی
ت ایسا ہوا کہ خدا دشمن کے بچوں کا بھی ایسا نہ کرے۔
ماجد کے پھٹے پرانے کپڑے، گھسی گھسائی جوتی، میلی کچیلی ٹوپی، بچا بچایا کھانا
ی سب کو ملتا، اور دن بھر اس کے پیچھے غلاموں کی طرح چھوٹے میاں چھوٹے
میاں کہتا پھرتا، اتنی مجال نہ تھی کہ نصیرہ کو خالہ کہہ سکتا، بیگم صاحب
کہ کر پکارتا، اور وہ سنگدل خوش ہوتی، ماجد کے تو اڑی کھٹولے تین میں
بجرے تھے، مگر وہ مصیبت زدہ ایک جھلنگے پر پڑتا، اور رات بسر کر دیتا، ماجد سے
جد سوتا اور پہلے اٹھتا اگر اسکی آنکھ نہ کھلتی، تو جاڑے کے دنوں میں شقی القلب خالہ
اسے پانی کا کٹورا اوپر سے ڈال دیتی، عیدیں اور بقر عیدیں آتیں اور چلی جاتیں
ں اور بیاہ رچتے اور گذرتے، لیکن بن ماں کے بچہ کو کوئی دو پیسہ کی ٹوپی لا کر دینے والا
سیکڑوں روپیہ کا سودا گھر میں آتا۔ مگر خالہ کے ڈر کے مارے وہ آنکھ اٹھا کر بھی نہ

عد اندر کے دالان میں بیٹھتے اور ساجد باہر بیٹھا اپنی تقدیر
رنج میں بھی چین نہ دے، چھ برس کا بچہ سالن کی پتیلی
دیکھتا، ماجد بے گناہ بے قصور، اسکے تھپڑ لگاتا ہے
ں کے سامنے محض اتنی سی بات، پر کہ اس نے لوٹا بہانے
نچے مارتی اور اس کو خیال نہ ہوتا، دو سال کے قریب ۸
سا اسی طرح گذری، اور ماجد کے ختنوں کی شادی ٹھہری، تیاریاں ہو
نے ہوئیں، ڈھائی ہزار روپے کا کپڑا آیا۔ مگر ساجد بدنصیب کی تقدیر میں ایک
پیسہ کا نہ تھا، اس کو اتنا بھی حکم نہ تھا، کہ وہ کپڑا دیکھتے وقت وہاں کھڑا ہو جاتا، مگر بچہ تھا وہاں جا کھڑا ہوا، ماجد کے کپڑے دیکھ دیکھ کر ماں اور باپ دلو باغ باغ ہو رہے تھے، اور ساجد ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا، دو دفعہ نصیرہ نے اس کو گھورا، کہ وہ چلا جائے، مگر کم بخت نہ سمجھ سکا، نصیرہ کو ناگوار تو بہت ہوا۔ مگر اپنے ہاتھ سے سزا دینی مناسب نہ سمجھی، اور اس تاک میں رہی کہ باپ سے پٹواؤں، عین چھٹی کے روز جب تمام گھر میں جھاڑ فانوس رکھے ہوئے تھے، ماجد نے کسی بات پر ماں سے بگڑ کر جھاڑ میں لکڑی ماردی، شیشہ کا جھاڑ چیز ہی کیا تھی چھن سے ٹوٹ گیا، ماں پکڑنے کو اٹھی مگر وہ ہنستا ہوا بھاگ گیا، گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ بعد ڈپٹی صاحب نے آکر دیکھا کہ جھاڑ لٹکا پڑا ہے، پوچھا یہ کا جھاڑ کیونکر تھا، بہت بگڑے ہوئے بیوی سے پوچھا اس پر کیا مصیبت ٹوٹی

نصیرہ کیا بتاؤں مجھ ہی سے ٹوٹا ہے۔

میاں آخر بتاؤ تو سہی بتانے میں کیا حرج ہے، کیا تم کہہ بیٹھی جو تم سے ٹوٹ گیا۔

نصیرہ۔ میرے سر کی قسم کھاؤ، کہ کچھ نہ کہو گے۔

میاں اچھا، تم بتاؤ تو سہی،

نصیرہ کیا بتاؤں، میں تو اسی واسطے تم سے کچھ کہتی نہیں کہ میرا نام بدنام ہو

ہی سب نے مجھکو نکو بنا رکھا ہی" ساجد نے لکڑی ماری، مارتا مجھہ کو تھا۔ اللہ کی قسم
مجھے تو خبر بھی نہیں کہ روٹی کا دسترخوان کہاں کہاں ہی، وہ تو خیر میرے چلتی ہوئی لگی
تقدیر کا خون بہنا تھا بہ گیا۔ مگر جہاڑ کی قضا آئی تھی وہ ٹوٹ گیا جہاڑ تو خیر ٹوٹا ہی تھا
ساجد کی یہ ہمت کہ چہیتی بیوی پر لکڑی اُٹھائے، مارے اور خون بہائے، غصہ
میں دیوانے ہوگئے۔ ڈپٹی صاحب اُٹھے تو مکار خالہ نے ہزاروں قسمیں اپنے
سر کی دیں، جانتی تھی کہ داؤں پورا ہوگیا، اب کیا کسر ہی، وہی ہوا، اُٹھے انگنائی
میں ساجد بیخبر بیٹھا اپنے پیٹتے ہوئے ہاتھوں کو دیکھہ رہا تھا، بے دردی سے بازو پکڑ
کر لائے، مارا جتنا مار سکتے تھے، اور شہر سے باہر لا کر چھوڑ گئے۔

رات بدنصیب بچہ کو آغوش میں لینے کے لیے اس کے سر پر آئی، تارے اسکی
بدنصیبی پر روئے، چاند نے اس کی حالت زار پر آنسو گرائے، ہوا نے شفقت بھرے
منہ سے اس کا منہ چوما، اور چاندنی بن ماں کے بچہ پر محبت کا ہاتھ پھیرتی رہی ستم
مصیبت کا مارا، چاروں طرف دیکھتا تھا، مگر آدمی کی آواز تھی نہ سانس کی معصوم
سوچ کانپی اور ننہا سا دل لرزا۔ آگے بڑھا اور ٹھٹکا۔ جس طرف جاتا تھا بے کسی اُسکے
ساتھ تھی، ننہا سا دل ڈر کے مارے کانپ رہا تھا، قدرت کی تمام کائنات سنگدل
انسان اور جفا کار نصیرہ پر ملامت کرتی ہوئی خاموش ہوگئی، چاند چھپ گیا، تارے
ماند ہوئے، اور ہوا ساکت رہ گئی، آسمان نے کروٹ بدلی، بادل معصوم کی بیگناہی پر
رونے لگے، اور آدھی رات کے سنسان وقت میں جب زور شور کی بارش ہو رہی تھی اُسی
وقت ساجد کا چھہ برس کا معصوم بچہ جنگل بیابان میں تن تنہا بیٹھا ڈر کے مارے کانپ
رہا تھا، ایک سانپ نے اس کی زندگی کا خاتمہ کیا۔

وقت تھا جب نصیرہ بیگم کا گھر مہمانوں سے کھچا کھچ بھر رہا تھا۔ میراسنیں
راگ گا رہی تھیں، نصیرہ دن بھر کی تھکی ہاری رو دن کی چی گئی ؟

گئے تو اندر سیدھی کروں اپنے پلنگ پر جا کر لیٹی، لیٹتے ہی سامنے کی دیوار پر ایک روشنی میں ایک انسانی صورت دیکھی، گھبرا کر اٹھی، ڈری اور پوچھا کون۔

روشنی میں سے آواز آئی: میں تیری حقیقی بہن ذاکرہ بدنصیب کی روح ہوں، اور مظلوم و معصوم ساجد کی ماں، تجھ کو یہ خوشی کی گھڑیاں مبارک، تیرے لال کے گھر بسیں، تیرا سہاگ ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے، تو دودوں نہائے، پوتوں پھلے، گر نصیرہ میری محبت اور خدمت اس کی مستحق نہ تھی جو تو نے میرے لال کے ساتھ کیا، تو بیگم ہے، اس گھر کی مالک ہے، مجھے تجھ سے کچھ کہنے کا حق نہیں، میں اپنی زندگی پوری، اور اپنی دنیا طے کر چکی میرا نمونہ تیرے سامنے ہے، میں ہمیشہ مظلوموں سے ڈری، معصوموں سے جھکی، یتیموں سے ماندوں سے جلی، غرض میری زندگی کا مقصد صرف بندگان خدا کی خدمت اور حاجتمندوں کی اعانت رہا، پھر بھی میں سدا خوف خدا سے کانپی، اور موت سے لرزی، میرے پاس مغفرت کا کوئی سامان نہ تھا، دوزخ کے شرارے اور آگ کی لپٹیں مجھے جھلسنے کو تیار تھے، قبر اپنا ہولناک منہ کھولے مجھے نگلنے کو موجود تھی، تم سب عزیزوں نے مجھے نہلا دھلا کر رخصت کیا، اور میری تمام محبت ختم کر دی، مردوں نے مجھے سپرد زمین کیا، اور اپنا منہ موڑا، بڑا نازک وقت تھا، میں تھی اور عمر گزشتہ کے ہر عمل کی جوابدہی تھی، ہر عمل کی بازپرس، ہر کام کی ذمہ داری، ہر قول کی جانچ پڑتال، نمازیں کھانے کی تھیں، اکارت گئیں، روزے زبردستی کے تھے بیکار نکلے، ہاں اس وقت میں جب کوئی یار و مددگار نہ تھا، کچھ یتیم لڑکے کچھ معصوم بچے تھوڑی سی ماندیں، چند مظلوم بعض محتاج جنکو آج دنیا حقارت سے دیکھتی ہے، اللہ تعالیٰ نصرت کہتی ہے میری مدد کو دوڑے، یہ پاک ہستیں عالم بالا میں راج کر رہی تھیں، مالک الملک انکا سکہ چل رہا تھا، اور اس جہان کی بادشاہی اُن کے قبضہ میں تھی وہاں میں انکی محتاج، قادر ذوالجلال کی پاک ذات

تھی، انھوں نے میرے سلوک کا معاوضہ اور میرے رحم کا بدلہ دیا، دوزخ انکے
اثر سے خاک اور شعلہ ان کے اشارے سے ٹھنڈے ہوئے، قبر میرے واسطے
گلزار بنی، اور میری گنہگار روح جنت الفردوس میں جا پہنچی، آج مجھے حکم ہوا تھا
کہ میں اس نابکار دنیا کی کیفیت دیکھوں، اور اپنے پیارے ساجد کی روح کے استقبال
کو آؤں، میں نے جو کیفیت دیکھی بیان نہیں کر سکتی. آج تیرے بچے کی شادی ہے
اور تو بیگم بنی بیٹھی ہے. نوکر تیری ہوں پر حاضر، مامائیں تیرے اشارے پر موجود اور
شوہر تیرے ارشاد پر طیار ہے. لیکن بے وقوف بیگم خدا کی ایک مخلوق. ایک بھولا
بھالا بچہ بن ماں کا لال بے وارثہ معصوم، اور تجھ جیسی با اختیار عورت کا
مظلوم، تیرے چلتر سے باپ کے ہاتھوں جنگل بیابان میں دم توڑ چکا، کیوں بیگم بچہ
باپ ... خالیوں عیش کرے اور ساجد آدھی رات کے وقت سنسان جنگل میں
... قیامت خیز بارش میں اکیلا پڑا ہوا دنیا کو الوداع کہے. تیرا بچہ اکیلا دالان سے
... اور میرا بچہ تیرے ہاتھوں زندگی کی آخری رات اس طرح بسر کرے،
... دولہا کے واسطے یہ سینکڑوں آدمی موجود ہوں، اور ساجد کے مرنے پر کوئی
دو آنسو گرانے والا بھی نہ ہو. دیکھ یہ میرے ہاتھ میں تیرا اعمالنامہ ہے. جہاں مظالم کے
سوا ایک بھی نیکی نہیں، اور دیکھ یہ موت تیرے واسطے منہ چیرے کھڑی ہے.
نصیرہ بیگم جو ہونا تھا ہو گیا، ساجد کی روح جنت میں پہنچی. اب تیرا اس کا فیصلہ
حاکم حقیقی کے سپرد ہے.

اور وہ وقت دور نہیں، جب دنیا تجھ جیسی ناشاد نامراد و ظالم و مکار عورت کو
اپنے سے جدا کرے اور تو اس کا نتیجہ بھگتے. دیکھ یہ کیا ہے.

... بیگم کیا اس تقریر سے تھر تھر کانپ رہی تھی ہچکی بندھ گئی ... آواز
... یا جنبش نہ کرتے تھے. البتہ نہیں اپنا ... جو

بہن کے کہنے سے نعیمہ اُدھر گئی تھی، ہر تو ایک خطرناک دیو جس کی پیشانی پر موت لکھا ہوا تھا، منہ کھولے کھڑا تھا، ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئی، سارا گھر دوڑ پڑا ہشیار ہوئی تو کچھ نہ تھا، نہ وہ روح تھی نہ اس کی تقریر نہ دیو تھا، نہ اس کی تصویر
تو بیٹی رابعہ اس [illegible] سے میرا مطلب یہ ہو کہ بن ماں کے بچوں کو اپنے بچوں سے زیادہ سمجھنا اور یاد رکھنا، کہ ان کی آہ عرش کا کنگورہ ہلا دیتی ہو۔

(۲۱)

رابعہ کو دولہا کرنے کے بعد نسیمہ ہاجرہ کی تربیت پر متوجہ ہوئی ایک روز آسمان پر ابر گھر رہا تھا، ہلکی ہلکی بوندیاں پڑ رہی تھیں، کہ ہاجرہ نے بھاوج سے کہا بھابی جان [illegible] کڑاہی کا دن ہی، سہال تلوائیے۔

[illegible] اچھا ایک شرط پر، تم بتاؤ کہ مینھ کیونکر برستا ہو، بادل، پانی [illegible] کیا چیز ہیں، تو میں ابھی کڑاہی کا سامان کر دیتی ہوں۔

[illegible] مجھے تو بھابی جان معلوم نہیں، نہ آپ نے کبھی بتایا [illegible] جانتی ہوں کہ بادلوں سے مینھ برستا ہو، ان ہی میں سے بجلی گرتی ہو [illegible] بتا دیجیے، پھر میں یاد رکھوں گی۔

نسیمہ واہ بی ہاجرہ یہ بھی نہیں معلوم اچھا پہلے جو بتاؤں اس کو [illegible]
[illegible]

ہاجرہ فرمائیے۔

نسیمہ اچھا تم جانتی ہو کہ پانی میں سے بھاپ نکلتی ہو، کبھی [illegible] میں سے نکلتی دیکھی ہوگی، وہ کیوں نکلتی ہو، گرمی کی وجہ سے، تو جس [illegible] میں [illegible] گیلی چیز سے گرمی پہنچ کر نکلتی ہو۔ سب سے زیادہ سمندروں میں [illegible] پانی سب سے زیادہ [illegible] دریا [illegible]

چیزوں سے بھاپ نکلکر اوپر گئی، یہ بھاپ دیکھتی ہو کتنی ہلکی ہوتی ہی، ہلکے ہونے سے
ہوا اوپر لے جاتی ہی، اس بھاپ کا نام بادل ہی، جو آفتاب کے عکس سے ہم کو
رنگ برنگ دکھائی دیتے ہیں۔ اب یہ بھی تمکو معلوم ہی، کہ اوپر سردی یہاں سے
زیادہ ہی تو بادل اوپر پہنچے تو وہاں اُن کو خنکی ملی، اور اس خنکی پانے سے وہ برسنے
شروع ہوئے۔ جب خنکی بہت زیادہ ہوئی، تو بھاپ جم گئی، اور اس جمی ہوئی چیز کا
نام اولا ہی جو پانی کے ساتھ برستا ہی، جاڑوں میں تم نے بارہا دیکھا ہوگا کہ صبح
کے وقت تمام آسمان پر کہر ہوتا ہی۔ یہ بھی وہی بھاپ ہی، تو اتنا تو تم اچھی طرح سمجھ
گئیں، کہ مینہ، بادل اور اولا کیا چیز ہی۔

ہاجرہ۔ جی ہاں یہ تو خوب اچھی طرح سمجھ میں آگیا۔

بھیا۔ اچھا اب آگے چلو، بجلی کیا چیز ہی، یہ تم کو میں پہلے بتا چکی ہوں کہ
دو چیزوں کے رگڑنے سے چمکارا پیدا ہوتا ہی، ہزاروں دفعہ تم نے دیکھا ہوگا، دو
رگڑے اُن سے کچھ چمک پیدا ہوئی، یہ اصل میں گرمی ہوتی ہی، جو ہر چیز میں ہی کہ
برف تک میں ہی، تو بادلوں میں جو گرمی ہوتی ہی، اس کا نام بجلی ہی۔ تم نے
مقناطیس دیکھا ہی۔ اس کی طرف لوہا کھنچ کر آتا ہی، اسی طرح اگر دو چیزیں کم گرمی
اور زیادہ گرمی کی برابر رکھو، تو زیادہ گرمی سے گرمی نکلکر کم گرمی میں آجاتی ہی
بس بادلوں میں وہ گرمی جب ایک سے نکلکر دوسرے میں جاتی ہی۔ اسی کا نام
کڑک ہی، جب بادل زمین کے قریب ہو، تو نزدیکی کی وجہ سے زمین اس گرمی کو
اپنی طرف کھینچتی ہی اور اسی کا نام بجلی گرنا ہی۔

ہاجرہ۔ بھائی جان، ان باتوں کو سنکر تو اچنبھا سا معلوم ہوتا ہی پہلے تو
میں یہی سمجھ رہی تھی۔

بھیا۔ تمکو یہ بھی معلوم ہی کہ زمین جو اتنی بڑی ہی سورج سے چھوٹی ہی اور

...منے چھوٹے نظر آتے ہیں، یہ بھی زمین سے بڑے ہیں، آفتاب ہم سے
پونے پانچ کروڑ کوس دور ہے، چاند زمین سے چھوٹا ہے اور ایک لاکھ بیس ہزار کوس
دور ہے، آفتاب تو روشن ہے، مگر چاند میں بالکل روشنی نہیں ہے، وہ صرف سورج
کی روشنی پڑنے سے روشن ہوتا ہے، اسی طرح بعض تارے بھی ہیں۔ یوں تو سب
تارے ان میں چمکتا ہیں، مگر بعض ان میں بے نور ہیں، اور جس طرح آفتاب کی شعاع
سے زمین چمکتی ہے، اسی طرح وہ بے نور تارے دھوپ پڑنے سے ہمکو چمکدار نظر آتے
ہیں، ہمکو یہ بتا چکی ہوں، کہ زمین گول ہے۔ سورج کے سامنے جس طرف سے
ہوتی، وہاں دن ہوا دوسری طرف اندھیرا یعنی رات، دن کو جو تارے
ہمکو چمکتے ہوئے نظر نہیں آتے اس کی وجہ یہ ہے کہ آفتاب کی شعاعیں اتنی تیز اور
روشن ہوتی ہیں، کہ تارے بالکل مدھم [illegible] ہیں، نہ وہ خود نظر آتے ہیں۔ نہ
ان کی روشنی، ایک بات اور سن لو، قدرت نے اس تمام انتظام میں ایک چیز
کشش بھی رکھی ہے، زمین ہر چیز کو جس طرح اپنی [illegible] ہے۔ کیونکہ جو چیز تم اوپر سے
پھینکو وہ نیچے گرے گی، یا اچھالو، تو نیچے [illegible] یہ چاند ستارے سورج
سب آپس میں ایک دوسرے کو کھینچ رہے ہیں، زمین [illegible] گیارہ ستارے ہیں
جو آفتاب کے گرد گھوما کرتے ہیں، زمین ایک گھنٹہ میں اٹھاون ہزار میل کے
قریب چکر کر جاتی ہے، تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ستاروں میں دنیا ایسی
ہوئی ہے، پہاڑ وہاں ہیں، بادل وہاں ہیں، [illegible] ہوا وہاں ہے یہ بھی
سن لو، کہ جب سورج اور چاند کے بیچ میں زمین گھومتی [illegible] گہن ہوتا ہے، اور
جب سورج اور زمین میں چاند آپڑے گا، تو سورج گرہن ہو جائے گا۔

تا تو تمکو معلوم ہے کہ ہلکی چیز اوپر جلدی آجاتی ہے [illegible] تیل
بیٹھتا ہلکا ہوتا ہے اور پانی بھاری۔ تیل [illegible]

اگر کسی برتن میں بھوسہ بھرا ہوا ہو اور اس میں پانی ڈالو تو پانی کے اوپر بھوسہ کے تنکے تیل کی طرح اس لیے تیرنے لگیں گے کہ وہ پانی سے ہلکے ہیں۔ کنکوے، یا پتنگ کو دیکھو کس طرح ہوا میں اڑتا ہے، اگر حساب کرو تو معلوم ہو، کہ اس کاغذ نے کتنی ہوا کو گھیرا، غرض جتنی ٹھس چیز ہوگی، اسی قدر اس پر کشش کا اثر زیادہ ہوگا اگر پتنگ کو ہوا میں اڑا کر چھوڑ دو، تو کچھ دیر بعد وہ بھی نیچے گرے گی لیکن بھاری چیز جلد آپڑتی ہے۔ کیونکہ اس پر کشش کا اثر زیادہ ہے، ہوا میں بھی وزن ہوتا ہے ظاہر میں چاہے نہ معلوم ہو، لیکن غور کرنے سے پتہ چلا ہے، کہ ایک روپیہ بھر جگہ میں کچھ نہیں تو پانسیر ہوا تو ہوگی۔

اچھا یہ سنو کہ مقناطیس کو تم نے دیکھا ہوگا، اس میں یہ خاصیت ہے، کہ یہ لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے، بلکہ اگر کوئی مقناطیسی لوہے کی ایک لمبی سی سوئی بنا لے تو اس کا ایک حصہ شمال کی طرف اور ایک جنوب کی طرف رہے گا، یہی کیفیت قبلہ نما کی ہے، اگر رات بے رات کو جنگل میں پہاڑ پر جا ہے کسی جگہ ہو سمت معلوم کرنے کی ضرورت ہو، تو اس سے فوراً معلوم ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کا رخ ہمیشہ قبلہ کی طرف رہے گا۔ یہ بہت موٹی موٹی باتیں ہیں، جو میں نے اس وقت تم کو بتائیں، آؤ لگے ہاتھ تم کو کچھ مختصر سی کیفیت رنگوں کی بھی بتا دوں۔ دنیا سمجھتی ہے کہ بیسیوں رنگ ہیں، لیکن حقیقت میں رنگ صرف تین ہیں، سرخ، زرد، اور سیاہ، باقی جتنے بھی رنگ ہیں، سب انہی تین رنگوں سے بنتے ہیں، اور سب رنگ مل کر سفید رنگ بنتا ہے۔ تم نے برسات کے دنوں میں آسمان پر کمان جو کبھی دیکھی ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی کی بہت چھوٹی چھوٹی بوندیں رہ جاتی ہیں، جہاں سورج سامنے آیا۔ اور اس کی شعاع ان بوندوں میں رنگین دکھائی دینے لگی ایک بات اور بتاتی ہوں، یہ تو بارہا دیکھا ہوگا کہ ہم گرمی میں ...

رہتے ہیں، اور باہر گردن نکال کر جو دیکھا، تو ایسا معلوم ہوا۔ کہ زمین بے تحاشا بھاگی چلی جا رہی ہے لیکن اصل میں زمین نہیں بھاگتی، بلکہ ہم خود گاڑی یا ریل میں بھاگے جاتے ہیں، اور بھاگتی زمین معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح جب کبھی چاندنی رات میں بادل کے ٹکڑے آسمان پر ہوتے ہیں، تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چاند زور سے بھاگ رہا ہے کبھی اس بادل میں سے نکلا اس بادل میں گیا، کبھی اس میں سے نکلا اور میں گیا، لیکن یہ بھی وہی بات ہے، چاند تو بالکل نہیں چلتا، صرف ہوا بادلوں کو اڑا لے جاتی ہے، کبھی چاند اُن میں چھپ جاتا ہے، اور جب وہ آگے بڑھ جاتے ہیں نکل آتا ہے لیکن ریل اور گاڑی کی طرح معلوم ایسا ہوتا ہے کہ چاند چل رہا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔

ہاجرہ۔ اچھا تو بھابی جان آپ نے جو کچھ فرمایا سب مجھ سے حرف بحرف سن لیجئے، اور پھر کڑاہی کا سامان منگوائیے!

جب ہاجرہ نے تمام باتیں اچھی طرح سنا دیں تو اپنے قول کے بموجب نسیمہ نے کڑاہی تلوا دی۔

(۲۲)

برسات کے دن تو تھے ہی، ہلکی ہلکی بوندیاں دن بھر پڑتی رہیں، شام کو صحن میں سے نسیمہ نے پلنگ اندر بچھوا لیے، عشا سے فارغ ہو کر دونوں نند بھاوج بیٹھیں، تو نسیمہ نے کہا بیٹی ہاجرہ میں نے تم کو اس دن بتایا تھا، کہ بڑی بڑی ... ست سے عورت میں کیا کیا عیب ایسے ہوتے ہیں، جو اس کو بدترین بنا ... گر وہ مضمون پورا نہ ہوا، اور تمہارے بھائی صاحب آ گئے، اور میں اُن کی ... میں مصروف ہو گئی، ایک عیب عورت میں اس کی فضول خرچی بھی ... کے واسطے سب عیبوں کا عیب اور ہزار برائیوں کی برائی ...

مجھے تو تعجب ہوتا ہے ان بیویوں پر جو اپنے اس عیب سے باز نہیں آتیں، اور فضول خرچ کو نہیں چھوڑتیں، وہ اگر خود روپیہ کمائیں، تو اُن کو معلوم ہو، کہ کس محنت اور مصیبت سے ایک پیسہ ہاتھ آتا ہے تم خود ہی غور کرو، اور انصاف کرو، کہ ایک مزدور جلتی بلتی دھوپ میں، اور لو کے گرم تھپیڑوں میں دن بھر سر پر ٹوکری ڈھو کر کوٹھے پر چڑھتا اور اُترتا ہے جب ہم اس کو شام کے وقت چار آنے دکھاتے ہیں، اسی طرح جو لوگ ہمارے شوہروں کو بھر بھر جھولی روپے دیتے ہیں وہ اُن سے کیسی کچھ مشقت نہ لیتے ہونگے، کوئی اپنا پیسہ مفت نہیں دیتا مرد مرد سب برابر ہیں کسی نے ٹوکری ڈھو کر کمائی کسی نے قلم چلا کر، مگر مفت نہ اسکو کوئی دے گا نہ اس کو، بچارے مزدور کے واسطے تو اتنا آرام ہے، کہ وہ مزدوری کے بعد جب رخصت ہوا، تو بے فکری کی نیند سو گیا، لیکن بوا -

جن کے رتبے ہیں سوا اُن کی سوا مشکل ہے

جتنی زیادہ تنخواہ اتنی ہی زیادہ ذمہ داری، رات کو سوتے ہیں تو ڈر ہے کہ کہیں فلاں کاغذ چور نہ لے جائے، صبح کو کھانے میں دیر ہوئی تو دل ہول رہا ہے کہ صاحب آ گئے ہوں - کیا ملازمت سے بدتر بھی کوئی پیشہ ہو سکتا ہے، جیسے نوکر آگے یہ کم بخت نصیبا، اسی طرح کلکٹر صاحب کے آگے تمہارے بھائی ہیں، میں نے خود اپنی آنکھ سے ایک دفعہ دیکھا ہے، کہ غلاموں کی طرح ہاتھ باندھے حضور حضور کر رہے تھے، جی میں خوش ہونے کو تحصیلدار سمجھ لو، یا ڈپٹی، مگر اصلی کیفیت تو یہ ہے کہ نوکری کیا غلامی ہے، دس روپے زیادہ تنخواہ پانے والا بھی افسر اس نے آواز دی اور جھٹ حاضر ہوئے، تمہاری ماما تو شاید ایک آ[illegible] جائے، اور اگر زیادہ کہو سنو تو ٹکا سا توڑ جواب دیدے، کہ بیوی [illegible] کر رکھو، میرے ہاتھ پاؤں سلامت رہیں، تو نوکریاں بہتیری

ی ذات تھوڑی بیچی ہے۔ مگر ان مردوں بے چاروں کی ہرگز بھی ہمت نہیں، کہ اُف کر سکیں، خود میرے ابا جان پر یہ گذر چکی ہے، کہنا حضت تے صبح ہی دورہ پر چلنے کا حکم دیا، رات کو چچی جان کا انتقال ہوا۔ صبح ہی صاحب کہنے گئے مگر انھوں نے خاک نہیں سُنا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مردہ گھر میں بے گور و کفن پڑا رہا۔ اور وہ نوکری کی وجہ سے روانہ ہوئے، صاحب مہربان تھا۔ تھوڑی دور جا کر کہا اچھا تم اپنی چچی کو دفن کر دو، مگر یاد رکھو نوکری سے ان باتوں سے کوئی واسطہ نہیں تمہاری چچی مر گئیں تو ہم کو کیا، ان کا کوئی احسان ہم پر نہیں جس کے بدلے آج ہم ان سے ہمدردی کریں، سو میری جان اب سمجھ لو، کہ نوکری کیسی چیز ہے اور یہ غریب مرد کس مصیبت سے اپنی تنخواہ ہمارے سامنے لا کر رکھ دیتے ہیں، اگر میں تو پھر یہی کہوں گی کہ شاباش ہے ان بیویوں پر جو ایسے گاڑھے پسینہ کی کمائی اور اس محنت و مشقت کی روزی کی قدر نہ کریں، اور دریا دلی سے لٹا دیں یہ ہرگز بیویاں کہلانے کی مستحق نہیں، بلکہ دوست کے پردہ میں دشمن یا بیوی کی حیثیت میں سوکن ہیں، فضول خرچی ایسی ظالم چیز ہے جس کی بدولت ہزاروں خاندان برباد ہوئے اور اس کی ذمہ دار زیادہ تر بیویاں ٹھہریں۔ اے ہے ہاجرہ مجھ کو اپنی ایک سہیلی کا واقعہ یاد آگیا۔ خیال آتے ہی بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں خدا دشمن کو بھی ایسی کم بخت بیوی نہ دے، یوں تو پڑھی لکھی، صورت شکل کی اچھی سب صفتیں موجود تھیں، مگر ایک فضول خرچی نے وہ گت بنائی کہ الٰہی توبہ!

میاں ماشاء اللہ ڈیڑھ سو روپے کے نوکر تھے، اور فقط ڈیڑھ سو ہی نہیں اوپر سے ل جاتا تھا۔ مگر اتنے سیدھے کہ ایسا آدمی دیکھا تو کیا سُنا بھی نہیں پہلی دہ لانی اور بیوی کے ہاتھ میں، یہ تھی۔ بس ان سے تنخواہ کا واسطہ تا تھا۔ کہ کچہری سے گھر تک لے آئے جو کہا بیوی نے آگے رکھ دیا

وہ کھالیا، جو کپڑا پر۔ یا وہ پہن لیا کبھی اللہ کے بندے نے الٹ کر کوئی بات پوچھ
ہی نہیں، کبھی ملی ہوئی تو واہ واہ اور مونگ کی دال ہوئی تو سبحان
بے ڈھنگی فضول خرچ تو از لی تھیں، میاں کی اس غربت نے سونہ پر
جو چاہتیں وہ کرتیں، جو جی میں آتا وہ اٹھاتیں، بچے گنتی میں تو وہ
چھوٹے کیا کہتے، کیا سنتے، گھر کا ہڑ ایہ، ڈیڑھ سو روپیہ کے
ہاتھ میں کڑا نہ پاؤں میں کڑا، سونے کا تار نہ چاندی کا چھا
کہ پلنگ پر چوہا چادر، بچوں کے کپڑے چیکٹ، مگر ما
کو جاڑوں میں سکڑ کر پڑ گئے تو پلا سے مگر لحاف
کھالی، زبان کو وہ چٹخارہ کہ کوئی
فقیروں کا سا گھر کہ دری نہ چا
چادر، ذلیلوں کے بچے،
جھیر جھیر ٹوپی، ہر چند
الگ کرا اور وہ مثل
اللہ کی بندی
خود نہ جیتی تھی
گھڑی ہوتی
جائیں گے
آمدنی
ہر ماہ کا خرچ
ری ن
لیے اچھ

نان و نی رات چوگنی ہوتی گئی، انجام یہ ہوا کہ اُٹھارہ برس کی
ابندی ساڑھے پانچہزار کی قرضدار ہوگئی، اور مزا یہ ہے کہ میاں
ں، وہ بیچارے اگلے زمانے کے آدمی جبر کو تقاضے سے نفرت
کو کیا خبر کہ بیوی یہ گل کھلائے بیٹھی ہیں، بنا ہوا زمانہ تھا
جانتی تھی، کہ سر رشتہ دار کی بیوی ہے روپیہ دودھ
رہیجدیا۔ مگر جب میاں کی پنشن ہوئی اور کام
تیاری ہوئی۔ ایسے سیدھے اور سچے
آدمیوں کا مجمع اسٹیشن پر پہنچانے
رت تھی کہ مروت کرتے
نے آکر کہا سرکار تشریف

س میں بھی ہنا

ساہی چل

ے

لے

ے

جس قدر آدمی سررشتہ دار صاحب کو پہنچانے آئے تھے۔ اس حالت کو دیکھ کر سناٹے میں آگئے۔ اور سمجھ گئے کہ ایک فضول خرچ بیوی کے ہاتھوں ایسے سیدھے اور عزت دار آدمی کی یہ بے عزتی ہوئی۔ سررشتہ دار صاحب کی آنکھ سے اس وقت آنسو نکل پڑے۔ بیوی سے صرف اتنا کہا کہ تم نے جو کچھ کیا اچھا کیا۔ مگر میری یہ سپید داڑھی اب اس لائق نہیں کہ میں دنیا کو منہ دکھا سکوں اتنا کہا۔ اور سامنے کے کنوئیں میں جا کر ڈوب مرے۔

ہا مری پیاری خدا ایسی بدنصیب اور بیہودہ بیویوں سے سب کو بچائے جن کی وجہ سے تمام خاندان بدنام ہو۔ اور جو باپ دادا کی عزت پر اتنا بڑا دھبہ لگا دیں بیٹی یاد رکھو۔ کہ اس کم بخت فضول خرچی کے مرض سے ہمیشہ بچنا اور اور جو کچھ خدا دے اپنی تمام ضرورتیں اسی میں پوری کرنا۔

(۲۳)

محلہ میں ایک انجمن خواتین اسلام کے نام سے تقریباً دو سال سے کام کر رہی تھی۔ اس کے سالانہ جلسے میں نسیمہ کی صدارت تجویز ہوئی اور یہ اعلان کیا گیا۔ کہ میاں بیوی کے تعلقات پر جس کی بحث سب سے بہتر ہوگی اسکو ایک سونے کی گھڑی انعام دی جائے گی۔ زور شور سے تقریریں اور دھوم دھام سے جلسہ ہوا۔ آخر روز جس دن جلسہ ختم تھا۔ تقریر صدارت تھی۔ نماز عشا کے بعد نسیمہ بیگم نے اپنی تقریر اس طرح شروع کی۔

بہنوں اور بیٹیوں! مجھکو تمہارے اس کامیاب جلسہ میں شریک ہونے سے جس قدر خوشی ہوئی میں ہرگز اسکو بیان نہیں کر سکتی ہیں تم سب کی ممنون ہوں کہ مجھ کو صدارت کی کرسی عنایت فرما کر مری قدر افزائی کی۔ بہنوں نے جس قابلیت سے شوہر اور

بیوی کے تعلقات پر بحث کی ہے، وہ یقیناً قابل داد ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں میں جو کچھ اس وقت خرابی ہے اس کی جڑ صرف میاں بیوی کے تعلقات کی کشیدگی ہے اور آیندہ کی تمام فلاح و بہبود کا انحصار اسی اصول پر ہے۔ بچے ماؤں کی گود میں پرورش پاکر ان ہی کی خوبو اختیار کرتے ہیں اور ماں باپ کو لڑتا جھگڑتا دیکھکر ان ہی کی عادت و اطوار سے سبق سیکھتے ہیں اس لیے ظاہر ہے کہ جن میاں بیوی میں سلوک نہیں وہ صرف اپنی ہی زندگی برباد نہیں کر رہے، بلکہ اپنے بچوں کی بھی مٹی پلید کر رہے ہیں، خاندان ان کے ہاتھوں تباہ ہوتے ہیں، عزتیں انکے طفیل برباد ہوتی ہیں اور بڑوں کی تمام عزت و آبرو رکھ رکھاؤ محض ایک کشیدگی کے ساتھ رخصت ہو جاتا ہے۔ لیکن جب ہم اس کی اصل وجہ دیکھتے ہیں تو ہم کو سب سے پہلے ماں باپ کی ذمہ داری کو ٹٹولنا پڑتا ہے کوئی وجہ نہیں ہے کہ جب ہم بیٹیوں کو اُن کے فرائض پر متوجہ کریں تو اس غفلت کو قطعی اڑا دیں، جو والدین نے اُنکے معاملہ میں برتی اور اسی غفلت سے وہ مرض پیدا ہوا جس کا علاج نہیں وہ بخار چڑھا جسکو شفا نہیں وہ آفت آئی جس کا چارہ نہیں، اور وہ مصیبت آئی جس سے چھٹکارا نہیں، یہ وہ غفلت ہے جو عام طور پر کی جا رہی ہے، اور گو زمانہ کی ضروریات یا فطرت اس غفلت کا خاتمہ کردے اور اکثر موقعوں پر اس کے بُرے نتیجے نہ ہوا ہوں لیکن جہاں یہ گھن لگ گیا، وہاں اس نے ایسی ایسی جڑیں کھوکھلی کیں کہ تناور درخت اور عظیم الشان شہتیر دیکھتے ہی دیکھتے دم سے اُکھڑے، تم میں سے اکثر ہو

بہت سی مائیں اور بعض بیٹیاں، کوشش کرو کہ یہ نقص دور ہو اور وہ یہ ہے کہ شادی کے وقت دنیا بھر کی جہان بین، ذات رمات تعلیم و تمول، شرافت نجابت یہ وہ غرض سارے جہان کے بکھیڑے طے ہوتے ہیں مگر دیکھنے کے قابل سب سے پہلی بات یہ ہے کہ لڑکے کا مزاج کس قسم کا ہے۔ اور لڑکی کا کیسا۔ آیا دونوں کے مزاج میں کوئی ایسا زمین و آسمان کا فرق تو نہیں ہے جسکو کوئی طاقت موافق نہیں کر سکتی مثلاً لڑکا پردہ کا سخت پابند ہے، اس کی رائے میں پردہ شرعی ضرور ہے اور وہ یہ کہ سوا باپ و حقیقی بھائی وغیرہ کے کسی کے سامنے نہ ہو حتی کہ ماموں اور پھوپھی زاد بھائی سے بھی چھپے، لیکن لڑکی کی تعلیم آج کل کے زمانہ کے موافق ایسی ہوئی کہ وہ جلسوں اور لیکچروں سے فائدہ حاصل کرے شام کے وقت ہوا خوری کو باہر جا سکے، تازی ہوا کھائے، قدرت کی دلچسپیوں کو دیکھے، ظاہر ہے کہ میاں بیوی کا یہ اختلاف دور ہونا کس قدر مشکل اور سخت ہے لبظاہر تو والدین بہت بڑے فرض سے ادا ہوئے، ہزاروں کا چڑھاوا آگیا، روپیہ کی بھی ریل پیل ہو گئی، مگر کیا یہ بیل منڈھے چڑھنے والی ہے۔ والدین کو اپنی ذمہ داری پوری محسوس کر لینے کے بعد دنیا کے تمام کاروبار اب انہیں دونو میاں بیوی پر چھوڑ دینے چاہئیں، اور اب صرف بیوی کا فرض ہے کہ وہ شوہر کے دل میں محبت پیدا کرے یا نفرت، میں یہ تو نہیں کہتی کہ عورت پر مرد کا سجدہ واجب ہے۔ کیونکہ ہمارا ایسا مذہب جس نے ایک کو دوسرے کا لباس بنایا، ایسا لغو نہیں ہو سکتا کہ ایک جگہ یہ کہتا، اور دوسری جگہ برابر کے رشتہ

نہیں عبد معبود کا فرق بتاتا، نہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کو منسوب کرسکتی ہوں کیونکہ آپ نے کہے ہوئے الفاظ میں فرمادیا ہے کہ عورتوں کی اہانت وہی مرد کرتے ہیں جو لئیم ہیں۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ یورپ کے بعض ڈاکٹر تحقیقات کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مرد اور عورت کا دماغ قبولیت اور نشوونما کے اعتبار سے برابر ہے۔ مگر یورپ کی عورتیں ہمارے سامنے موجود ہیں وہ قوائے جسمانی کے اعتبار سے یقیناً اپنے مردوں سے کمزور ہیں، اور ان کے برابر زحمت برداشت کرنے کے ناقابل، اسکو کلام ربانی نے قوامون سے تعبیر فرمایا ہے تو ظاہر ہوگیا کہ قدرت کا یہ انتظام اسطرح کیا گیا ہے، کہ عورت زندگی کے بعض معاملات میں مرد کی اور مرد بعض معاملات میں عورت کا محتاج ہے، یہ کہنا کہ مرد حاکم ہے اور عورت محکوم ممکن ہے عورتوں کی کسر شان اور اسلام کی توہین ہو، مگر جو اختیار مرد کو دیئے گئے ہیں ان میں اس کی مرضی عورت کی مرضی سے مقدم ہے۔

ہمارے موجودہ تمدن میں ایک بیوی کی سرتابی پر بہت ہی باتوں کا دارومدار ہے، بزرگوں کی عزت پر اس سے حرف آئے، خاندان کی آبرو پر اس سے بٹہ لگے، عزیز و اقارب اس سے نکو ہوں آیندہ کی نسلوں میں اس سے پانی مرے، اس لیے جب تک موجودہ تمدن ہی تبدیل نہ ہو اس کا بدلنا آسان بات نہیں ہے نہایت ضروری ہے کہ بیوی، جہاں تک ممکن ہو، میاں کے رضامند رکھنے کی کوشش کرے، بیویوں تم نے دیکھا ہوگا جنگلی ہرن جسکو انسان

ه ولا اکھا نحن ای اللیم ہ۔

کے نام سے وحشت ہی پیار سے رام ہو جاتا ہی۔ کیسے کیسے پرند جوانسان
کی آواز سے بھڑکیں اس کے ہاتھوں پر بیٹھتے، اس کے گھروں میں
رہتے اور اپنی سریلی باتوں سے اس کا دماغ تروتازہ کرتے ہیں ایک
مرد کا پال لینا جس میں قدرت نے ال جانے کا مادہ رکھا ہی کوئی بڑا ہی
کہیر نہیں، کوشش تمہاری ہی اور قدرت تمکو مدد دینے کے واسطے
موجود، نواب ذوالقدر جنگ بہادر جنکو مرے ہوئے آج بیس برس
سے زیادہ ہو گئے ہیں، اور جن کی محل سرا اب بھی
پھوپھی اماں کے مکان سے تھوڑی دور کھڑی آسمان سے باتیں کر رہی ہی
گو اب موجود نہیں ہیں مگر ان کا نام شہر میں بچہ بچہ کی زبان پر موجود ہی
تم میں سے کوئی ایسا نہ ہو گا جس نے یہ نام نہ سنا ہو میں چھوٹی سی
تھی جب ان کی بڑی صاحبزادی قمر آرا بیگم کا نکاح فریدوں قدر
بہادر سے ہوا، خدا جھوٹ نہ بلائے تو ہزاروں روپوں کی تو صرف
آتشبازی ہی چھوڑی گئی ہو گی۔ کامل آٹھ دن محلہ بھر میں کھانا
نہیں پکا، شادی کیا ایک رحمت تھی جس نے بہت سے محتاجوں کو
کئی وقت کے فاقے سے بچا دیا۔ ہم اکثر ان کی خدمت میں جاتے
اور میں تو خصوصاً ہر وقت وہیں رہتی تھی، کیونکہ وہ پھوپھی اماں کی سب سے
عزیز شاگرد تھیں، مگر ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ انھوں نے سیدھے منہ میاں
سے بات کی ہو، ایک روز میرے سامنے کا ذکر ہی نواب صاحب
[illegible]وں ہی تھان کپڑے کے لائے، اپنے ہاتھ سے کھول کھول کر انکے
[illegible] رکھتے، تعریفیں کرتے اور بیوی کا منہ دیکھتے کہ شاید پسند آجائے
[illegible] تو سانپ سونگھ گیا کسی کو کھدی کہہ کسی کو موٹا کسی کو کیسے کا

کفن کسی کو دیں، خیال کرو کیسی لغو حرکت تھی، تہذیب کے خلاف انسانیت سے دور عقل سے بعید، مگر وہ بیوی سے اسقدر محبت کرتے تھے کہ اُلٹے پاؤں پھیرنے گئے، غرض دو دفعہ اور لائے لیکن اُن بیگم صاحب کی سمجھ میں خاک نہ آیا، صبر کرکے بیٹھ گئے، محبت کا یہ حال تھا کہ ہر وقت اُن کا منہ تکتے، پان بھی مانگتے تو گڑگڑا کر جیسے کوئی بھیک مانگتا ہے۔ پھوپھی اماں نے ہزاروں کیا لاکھوں ہی دفعہ سمجھایا۔ مگر اثر نہ ہوا۔ کیسی حسرت نصیب زندگی تھی، نواب صاحب کئی کئی رات دن اکیلے بیٹھے رہتے، اور بیوی پرواہ نہ کرتیں بیچاروں کا ایک مقدمہ کئی لاکھ روپے کا چل رہا تھا، جو کچھ جمع پونجی تھی وہ کچہریوں کی نذر ہو چکی تھی، مگر مقدمہ تھا کہ کسی طرح ختم ہی نہ ہوتا تھا۔ جب کچھ پاس نہ رہا، تو اُنہوں نے دوپہر کے وقت نہایت عاجزی سے بیگم صاحب سے کہا، میرے پاس اب کچھ نہیں۔ محلسرا کا روپیہ بھی ختم ہو گیا۔ اب دس ہزار روپیہ وکیل اور منگوا رہے ہیں، بتاؤ کیا کروں۔ ابا جان سے منگوا لو۔ اگر میں زندہ رہا تو یہ قرض ادا کر دونگا۔ بیگم صاحب نے جن [illegible] سے نواب صاحب کو دیکھا وہ نگاہ مجھے ابتک یاد ہے، شرافت [illegible] اُن کی آنکھوں میں لہریں لے رہا تھا، اور محبت کے سچے موتی اُن [illegible]نکھوں میں چمک رہے تھے، اُٹھکر کوٹھری میں گئیں۔ زیور کا صند[illegible] کھولا۔ اور جو زیور بدن پر تھا، اُتار کر اس میں رکھا۔ ننگی بچی تھیں، مگر [illegible] ہاتھ ڈھانک کر باہر آئیں، اور نواب صاحب نے کہا۔

ابا جان سے مانگنے کی ضرورت نہیں، [illegible] تو یہ موجود ہے،

نواب صاحب کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے۔ بیگم صاحب وہاں سے
اُٹھ گئیں، انہوں نے روکا بھی مگر نہ ٹھہریں، مجبور زیور لیکر چلے گئے
تقدیر کی بات مقدمہ ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور وہ وقت آیا۔ کہ گھر میں جو صورت
آپڑے تو ٹھکانا تک نہ تھا، محلسرا کا کرایہ بہت زیادہ چڑھ گیا، تو مہاجن نے
تقاضا کیا، اور مقدمے کی خبر سنتے ہی لکھدیا کہ خالی کر دیجیے ابر۔
نواب صاحب امارت سے ناخوش تھے، جب یہ سنا کہ بیٹی
محلسرا خالی کر رہی ہے، تو کہلا بھیجا کہ تم یہاں چلی آؤ۔ بیگم صاحب
باپ کے اس پیغام پر ہنسیں، اور باپ کو بہت بہت آداب اور
شکریہ کے بعد لکھ بھیجا۔ کہ میرا ہاتھ ایک غیر شخص کے ہاتھ میں
اس لیے دیا تھا۔ آج مصیبت میں اسکا ہاتھ جھٹک باپ کے
ہاں اٹھوں مجھے یقین ہے کہ آپ کے در پر مجھے روٹی کی کمی نہیں
مگر کیا وہ کھانا مجھے زہر نہیں ہے جو میں تنہا کھاؤں، وہ بھوکا سوئے
میں پیٹ بھروں، وہ زمین پر لیٹے میں پلنگ پر سوؤں، عیش میں
اس کی شریک تھی، مصیبت میں اسکی ساتھی ہوں گی، دریا کے کنارے
جنگل میں ہماری جھونپڑی ہوگی، مگر وہ جنگل آپکے محل سے بہتر اور
سوکھے ٹکڑے آپکے پلاؤ سے اچھے ہونگے، ہوا ہماری خدمتگزار ہوگی
ہمارا فرش ہیل ہماری غذا، اور آب جمن ہمارا شربت ہوگا، میں
اب اس شخص کی خدمت کروں گی جو میری ہمدردی کا محتاج ہے
جس کی دنیا مجھ سے وابستہ اور جس کی زندگی مجھ سے متعلق ہے
جس نے مدت العمر میری ناز برداری کی اور جس کی خدمت میری دین و دنیا
دونوں سنوار دیگی، آپکی فرمانبردار ہوں، آپکی خدمتگزار آپکی کنیز اسکی غمگسار

مگر مجھے وہ وقت یاد ہے جب سید الشہدا امام حسین علیہ السلام نے شہربانو
سے جا کر کہا۔ بانو تمام عزیز شہید ہو چکے، اور آب کوثر سے سیراب ہو گئے
خدا کا واسطہ تم اپنے معصوم اصغر کو لے کر نکل جاؤ، تم والی سلطنت
کی بھانجی ہو میرے ساتھ ہی اور اس شیرخوار کی زندگی برباد نہ کرو
شہربانو رو پڑیں اور امام سے عرض کیا ؎

بھائی کی فکر کچھ ہے نہ ماں کی نہ باپ کی
بیٹی ہوں بادشاہ کی لونڈی ہوں آپ کی

ابا جان اٹھارہ برس جس شخص نے راحت دی ہے اب اس سے کنارہ
کشی شرط شرافت نہیں۔

میں پہلے روز اس جھونپڑی میں پھوپھی اماں کے ساتھ گئی تھی
جب بیگم صاحب پہنچی ہیں، تو انہوں نے اس منڈھیا کو غنچہ گلشن بنا دیا
جنگلی پھول توڑ چاروں طرف گلدستے لگائے، خود کپڑے بدل کر ایسی
ہشاش بشاش تھیں، کہ میں نے تمام عمر ان کو دیکھا نہ سنا، شام
کو جب نواب صاحب تھکے ہارے آئے ہیں، تو انہوں نے دروازے
ہی سے ان کا استقبال کیا تھی دار پٹاری سے پان بنایا اور کہا
نواب صاحب یہ پٹاری اٹھارہ برس بعد آج نکلی ہے، اور ہماری
محبت کے ابتدائی دنوں کی ہمراز ہے یہ جالوں میں میرے ساتھ تھی
آج جنگلوں میں اس نے ساتھ نہ چھوڑا، وہ وقت اس نے دیکھا تھا یہ
وقت بھی دیکھا۔ اس کا سر کا اندازہ اور صبر کو خدا واقف کار ہے
مگر ان تقریروں سے نواب صاحب کا دل بھر آیا، وہ باہر جا کر روئے اور جب
[illegible] ان کا جی یا نہ چھوڑا [illegible]

لگ گئے بیگم نے سمجھانے میں کمی نہ کی مگر بخار ایسا ہاتھ دھو کر پیچھے پڑا
کہ اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو گیا، میری عمر زیادہ سے زیادہ اسوقت آٹھ برس
کی ہوگی، پھوپھی اماں قریب قریب آخر دنوں میں روز جاتی تھیں، بیگم
صاحب نے جو کچھ خدمت اس وقت شوہر کی کی اسکا بیان کرنا مشکل ہے
وہ خود اٹھ بھی نہ سکتے تھے، اکیلی بیگم صاحب تھیں اور تمام تیمارداری
ایک رات جب نواب صاحب کی حالت خراب ہوئی تیز تو ہم دونو
پھوپھی بھتیجیاں بھی وہاں گئے، بیگم صاحبہ ان کے پاؤں دبا رہی ہیں
جب رات زیادہ گئی تو بارش شروع ہوئی مینہ موسلادھار برس
رہا تھا اور ہوا اولے بھی برس رہی تھی، نواب صاحب نے پانی مانگا، بیگم
صاحب اسی مینہ میں بھیگتی ہوئی لوٹے میں پانی لینے گئیں، آتی
تھیں کہ اولوں کی بارش نے محبت کی اس سچی تصویر کے پاؤں میں
تکلیف کی زنجیر ڈال دی۔ ایک درخت کے نیچے ٹھہر گئیں مگر یہ خیال
آتے ہی کہ پانی کو دیر نہ ہو جائے آگے بڑھیں، اولے تڑاق تڑاق پڑ رہے
تھے ایک بڑے اولے نے زخمی کیا چوٹ کاری لگی مگر اپنی لگن میں
چلی آئیں، نواب صاحب کی حالت بگڑ چکی، پانی حلق سے اترا بھی
نہیں اور وہ عالم بقا کو سدھار گئے ان کے مرتے ہی بیگم صاحب نے
ایک چیخ ماری، فاختہ دنیا والوں کو نیم کے درخت پر بیٹھی پیغام صبح
پہنچا رہی تھی کہ بیگم صاحب بھی اپنے شوہر سے جا ملیں، یہ دونو قبریں
جو پیپل کے پاس ہیں محبت کی زندہ تصویریں اب تک موجود ہیں
بہو بیوا ہاتھ اٹھاؤ اور ان کے واسطے دعا کرو
[illegible]

تیری یادگار، تیرا جسد خاکی پیوند زمین ہو، مگر چشم بینا تیری ہستی میں رنگ برنگ کے راز دیکھ رہی ہو۔ خلوص کے سدا بہار پھول تیری قبر پر جھک رہے ہیں، انسانیت کا سبزہ لہک رہا ہو۔ جمنا کی لہریں تیرا کلمہ پڑھ رہی ہیں اور صبا تیرے مزار پر آفرین کے ہار چڑھا رہی ہو۔ قمر آرا بیگم کی پاک روح جنت تیرا مسکن ہو، حیات ابدی کے دریا تیرے پاؤں میں لوٹ رہے ہیں اور شہرت دوام کا زیور زیب تن ہے تو اسلام کا سچا نمونہ اور عورتوں کی بہترین تصویر تھی تو چلی گئی، مگر تیرے کام اور تیرا نام باقی ہو، زمانہ کہیں سے کہیں پہنچ جائے، مگر اس کی رفتار تیرے کارناموں کو بلند کرے گی، تیری زندگی آسمانی دنیا پر قمر چار دہم کی طرح چمکے گی، اور اس کے پھول قیامت تک ایک عالم کو معطر کرتے رہیں گے۔

الٰہ العٰلمین ہم کو بھی توفیق دے کہ قمر آرا بیگم کا نمونہ بنیں اور میاں بیوی کے تعلقات میں بطفیل حبیب کریم اتنا ہی ثابت قدم اور ایسا ہی مستقل مزاج بنا، آمین یا رب العٰلمین۔

نسیمہ کی اس تقریر نے حاضرین پر کچھ ایسا اثر کیا، کہ سب کی سب اس کی گرویدہ ہو گئیں۔ دن رات ڈولیوں کا تانتا بندھا رہتا۔ وہ بھی لڑکیوں میں لڑکی اور بڑھیوں میں بڑھیا تھی، جو آتا جس رنگ کی گفتگو کرتا اسی ڈھنگ سے ملتی، ایک پندرہ ہی دن میں اس کا سکہ تمام شہر میں بیٹھ گیا، بڑی بڑی تجربہ کار عورتیں زمانہ دیکھے عمریں برتے اس سے مشورہ کرتیں، صلاحیں لیتیں، اور خدا کی عنایت بھی کچھ ایسی شامل حال تھی کہ اس کی رائے ہمیشہ تیر بہدف ہوتی۔

مدتوں کے بگڑے بگڑائے کام اس نے دم بھر میں سنوارے اور برسوں کا الجھ

ہوئی گتھیاں چٹکیوں میں سلجھا دیں اب کیا تھا آدہے سے زیادہ شہر اس کا مرید ہوگیا، اچھے اچھے اور بڑے بڑے خاندانوں کی عورتیں اس بات کی خواستگار کہ ہماری بیٹیوں پر نسیمہ کا پرچھانوا پڑے، اور اس امر کی متمنی کہ ہماری بچیاں جو بیس گھنٹوں میں دو چار گھنٹے تو ان کی صحبت میں رہیں۔ نسیمہ اکل کھری تا تو کبھی بھی نہیں تھی۔ ہاں اسوقت اللہ رکھے دو بچوں کی ماں تھی۔ لڑکی بتول تو خیر چھٹے برس میں تھی۔ مگر لڑکا سلیم گود میں تھا اور گو اس کی تربیت ایسی نہ تھی کہ وہ دن رات ماں ہی کی گود میں بیٹھا رہتا۔ اور دنیا کے تمام کاموں سے فارغ کردیتا مگر پھر بھی اس کے کام کے جو وقت مقرر تھے اس میں وہ کبھی فرق نہ آنے دیتی۔ ایک بچہ ہی پر کیا منحصر تھا، جو وقت جس کام کے واسطے تھا وہ اسی میں اس کو پورا کرتی۔ اس کے اوقات کی تقسیم جہانتک ہمکو معلوم ہے اس طرح تھی۔

(۲۴)

جاڑوں میں وہ چھ بجے صبح کو اٹھتی، ماما گو گھر میں ایک موجود رہتی تھی، مگر اس لیے کہ بڑھیا پھونس تھی، وہ اسکو کبھی نہ جگاتی لپنے ہاتھ سے پانی گرم کرتی وضو کرتی اور وضو کے بعد تمام گھر کو جگا کر نماز میں مصروف ہوجاتی، نماز کے بعد آدہ گھنٹے قرآن مجید پڑھتی، بڑی بی اتنے چار تیار کرتیں۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی وہ چاء دیتی اور آٹھ بجے باورچی خانہ میں پہنچ جاتی، گوشت رات کا گھرا ہوا ہوتا ساڑھے نو بجے کھانا تیار کر چکتی اور دس بجے سے پہلے کھانے سے فرصت پا لیتی سب کھا چکتے تو خود کھاتی اور ساڑھے دس بجے وہ بچوں کو لے ملاقات کے کمرے میں چلی جاتی، ایک بجے تک یہاں رہتی، عورتوں سے ملتی، ہاجرہ کو پڑھاتی، ٹھیک ایک بجے یہاں سے اٹھتی، اور دوسرے کمرے میں جاکر ڈاک دیکھتی، خط پڑھتی، اور جو لکھتی، دو بجے ظہر کی نماز کو کھڑی ہوتی، اور ڈھائی بجے سے چار بجے تک

پڑھنے میں مصروف ہوتی، چار بجتے ہی عصر پڑھ شام کے کھانے پر متوجہ ہوتی اور مغرب تک وہاں رہتی، مغرب پڑھ چکتی تو اخبار لے کر بیٹھتی اور آٹھ بجے تک خود بھی پڑھتی اور لڑکیوں کو بھی سُناتی، اسی اثنا میں کام کی بہت سی باتیں بچوں کو بتاتی جاتی آٹھ بجے عشاء پڑھتی۔ وظیفہ پڑھتی اور ساڑھے نو بجے دن بھر کا حساب لکھتی اور دیکھتی کہ آج کی آمدنی میں سے کسقدر صرف ہوا۔ اور کیا محفوظ رہا۔ دس ساڑھے دس بجے سو جاتی۔ نسیم ہفتہ بھر کی چھٹی آیا ہوا تھا جس روز چھٹی ختم ہوئی وہ شام کے چار بجے کی گاڑی سے جانے والا تھا۔ ضرورت تھی یا نہیں مگر امین نے اپنے اوقات میں فرق نہ آنے دیا البتہ ظہر سے فرصت پا اسکے واسطے کچھ کھانا تیار کر رہی تھی کہ نواب اعتماد الدولہ کی بیگم صاحبہ ملنے تشریف لائیں میاں کے جانے میں صرف ڈیڑھ گھنٹہ باقی تھا۔ بہت سی باتیں اس سے کہنی تھیں یا ایک اہم معاملہ میں مشورہ کرنا تھا، روانگی کا انتظام کرنا تھا چھوٹے اسباب اور کھانا پینا سب چیزیں تیار کرنی تھیں دیکھنی تھیں، غرض سر کھجانے کی فرصت نہ تھی، بیگم صاحبہ تشریف لائیں تو عجیب ٹھاٹھ سے۔ مامائیں ایک چھوڑ تین تین ساتھ، باہر دو نوکر، ساٹھ برس کی عمر، سر پر لال چادر جوڑہ، پاؤں میں ساتت گز پائنچوں کا ڈھیلا پاجامہ، ایک ایک ہیرا ایک ایک کے ہاتھ میں خاصدان، ایک کے سر اگلدان، اللہ رسول کی امان کے ہر ہر قدم پر نخرے۔

مگر بیگم صاحبہ کمرے میں آکر بیٹھیں تو انکھیں کھل گئیں، یہ تو وہ دن کی امیر تھیں، کسی چیز کی کمی نہ تھی مگر یہاں کا سامان ہی اور تھا۔ وہ ایرانی اور ترکی قالین اور رومی و شامی مخمل کے غالیچے تو نہ تھے مگر جو کچھ تھا اس خوبصورتی اور نفاست سے پیراستہ کہ کمرہ منہ سے بول رہا تھا، ورنگ و رتبہ

[illegible]

نام و نشان کا پتہ نہیں، دیواروں پر نقشے، کارنس پر تصویریں، بیچ میں میز، میز پر قلم دوات کاغذ، برابر میں الماری، الماری میں بیش قیمت خوبصورت کتابیں، سر پر دیوارگیری، اس پر جھالر اور رومال۔ رومال پر کلام اللہ

بیگم صاحب نے چاروں طرف ہر کا بیتا نگاہیں دوڑائیں، جیسا سنا تھا اس سے زیادہ سگھڑ پایا۔ مگر اضطراب کی یہ کیفیت کہ دومنٹ میں چار تقاضے نسیمہ بیگم کو بلانے کے لیے کیے۔ نسیمہ لاکھ مصروف تھی، مگر اتنی کج خلق اور بے مروت نہ تھی کہ بیگم صاحب سے ملنے بھی نہ آتی، جس طرح ہو سکا آئی سلام کیا اور بیٹھی۔ بیگم صاحب نے فرمایا: میں آپ کے سلیقہ اور ہنر کی تعریف مدت سے سُن رہی ہوں، کئی دن سے ارادہ کر رہی تھی، کہ آپ سے ملوں، اور آپ کو اپنے گھر لیچلوں، تاکہ میری لڑکیاں بھی آپ سے کچھ سیکھیں، آج ذرا فرصت ہوئی تو چلی آئی، آپ میرے ساتھ چلیے میری لڑکیاں آ[illegible] کی منتظر ہیں۔

نسیمہ: [illegible]پ کی تشریف آوری کی بیحد ممنون ہوں۔

بیگم صاحب: [illegible] جلدی چلیے میری دونوں صاحبزادیاں راہ دیکھ رہی ہیں

صاحبزادیو[illegible] پر ہاجرہ کو ہنسی آئی، مگر مسکرا کر چپ رہ گئی، نسیمہ نے کچھ دیر سکوت [illegible] کہا، میں آج مجبور ہوں، میں اسوقت بھی صرف آپ کے برا ماننے کی وجہ [illegible] ورنہ مجھے فرصت مطلق نہیں ہے، آج میرے شوہر باہر جا رہے ہیں، اور [illegible] موں میں مصروف ہوں، اگر آپ مجھے پہلے سے اطلاع دیتیں تو [illegible] اچھا ہوتا، میں یقیناً آپ کو آج تشریف لانے سے روک دیتی اور آپ کو [illegible] ہوتی۔

بیگم صاحب[illegible] انکار چاہیں دو تو اتنا سنتے ہی تنا گئیں، وہ گئیں [illegible] صاحب پنے ساتھ لائی تھیں، ان سے [illegible] کی آنکھیں

رکھی، تو نسیمہ نے کہا، اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

بیگم صاحب! میں صرف بچوں کے لیے لائی ہوں۔

نسیمہ بچے آپ کی وعا سے جب ان کا دل مٹھاس کو چاہتا ہے، کھا لیتے ہیں یہ ہمارے شہر کی ایک فضول چال ہے اور اس کے معنی دوسرے کی توہین میں خیال تو فرمائیے اس مٹھائی کی ضرورت کیا، اور میں اسکو کیوں لوں، ممکن ہے میری حالت مالی اس قابل نہ ہو، کہ میں اتنی مٹھائی جب آپ سے ملنے آؤں اپنے ساتھ لاسکوں، یا اس وقت آپ کی خاطر اس مٹھائی کے قابل کرسکوں تو مجھکو اپنے دل میں کیسی ندامت ہوگی۔

اب تو بیگم صاحب بالکل ہی جاتی رہیں نسیمہ یہ کہکر اٹھ کھڑی ہوئی کہ گاڑی کے جانے میں صرف چالیس منٹ باقی ہیں۔ معاف کیجے گا۔

بیگم صاحب اپنے دل میں برا بھلا کہتی سیدھی سنجیدہ کے ہاں پہنچیں اور دل کی بھڑاس خوب نکالی جب بیگم صاحب کہہ چکیں تو سنجیدہ نے کہا۔ آپ نے نسیمہ کا صحیح اندازہ کیا، اس نے جو کچھ کہا، وہ حق بجانب تھی غلطی آپ کی کہ بغیر اطلاع آپ دولی چڑھ جا دھمکیں، جان نہ پہچان خالہ بڑی سلام آخر وہ بچوں کی ماں۔ اور میاں کی بیوی ہے اس کے ساتھ بھی دنیا بھر کی ضرورتیں ہیں، کیا آپ کی رائے میں وہ اپنے تمام کام چھوڑ چھاڑ آپکے پاس آبیٹھتی میاں کے کام نہ کرتی، بیگم صاحب ذرا انصاف کیجئے غلطی آپ کی ہے اگر آپ کو جانا تھا، پہلے پچھوالیا ہوتا کہ فرصت ہے یا نہیں وہ آندھی جائے یا مینھ ایک بجے تک سب ہی سے ملتی ہے، چاہے جیسی بھی ضرورت کیوں نہ ہو، حد یہ ہے کہ بیمار بھی ہوتی ہے، تو ملاقات کے کمرے میں جا پڑتی ہے، آپ یا تو اس کے وقت پر جاتیں یا دریافت کرلیتیں۔

بیگم صاحب اچھا تو اوا مٹھائی کیوں واپس کر دی۔

سنجیدہ اس کی کچھ چنداں ضرورت نہ تھی۔ یہ بھی اس نے بیجا کیا آپ صرف ملنے گئی تھیں یا احسان دھرنے وہ آپ کی مٹھائی بلا وجہ کیوں لے لیتی

سنجیدہ، بیگم صاحب کے ساتھ کی کھیلی ہوئی تھی خوب آڑے ہاتھوں لیا اور شام کو چلتے چلتے یہ کہلوا لیا، کہ ہاں بی مجھ سے غلطی ہوئی اور آئندہ ایک ہاں کیا کہیں بھی بغیر اطلاع کئے نہ جاؤں گی۔

(۲۵)

رابعہ مزاج کی تیز تو سدا ہی کی تھی، وہ تو کچھ نسیمہ کا فیض صحبت تھا، کچھ مجبوری، ماں کو آئی موت، باپ سر پر رہا نہیں، لے دیکر ناز بردار تھی تو، اور سر پرست تھی تو ایک بھاوج، اس کا اصول ہمیشہ یہ کہ سونے کا نوالہ کھلایا، اور شیر کی نگاہ دیکھی، جو لیکھے پڑ چکے تھے، وہ دب گئے، اور جو عادتیں پیدا ہو چکی تھیں، وہ چھوٹتی تو کیا خاک۔ مگر ہاں کم ہو گئیں، افتاد جو شروع سے پڑی تھی وہ نسیمہ کے مٹائے بھی نہ مٹ سکی، تو اپنے یک تو لشتم پشتم گذر ہے گئی، مگر شادی کے بعد وہ بیج پھل لے آئے، ساس نندوں کا شکوہ، دیورانی جیٹھانی کی شکایت دوسرے ہی دن سے شروع ہو گئی، جو کہیں نسیمہ بیوقوف ماؤں کی طرح حمایت کو کھڑی ہو جاتی تو شاید پندرہ ہی دن میں بعد کو میکے سے آ لگتی، مگر وہ خطوں کے دفتر پڑھتی اور جلا دیتی۔ اس کا اتنا فائدہ تو ضرور ہوا کہ رابعہ میکے کی حمایت سے تو قطعی ناامید ہوئی اور جب دہر کا بل بوتہ نہ رہا، تو اچھی طرح سمجھ گئی کہ سسرال ہی میں رہنا ہے۔ [illegible] ہے کو تھگلی بھی نصیب نہ ہوگی، لیکن وہ خو جو سرشت میں بیٹھ گئی [illegible] ... ن جاتی [illegible] بالات راسخ ہو چکے تھے کہ بیر غارت ہوتے، شوہر نے [illegible] سے دلداری [illegible] ی نہ کی، پوری عمر کا تجربہ کار، دوھاجو، مالدار، خوب [illegible] زندگی سے

دل لگتے ہی لگتے لگے گا، اور طبیعت بہلتے ہی بہلتے بہلے گی، تفریح کے نت نئے اسباب فراہم اور راحت کی پوری کوشش کرتا۔ مگر وہ تنک مزاج تھا کہ خاطر میں نہ لاتی خواہ مخواہ بچوں کو ڈانٹنا، بلا وجہ نوکروں کو گھر کنا، اس کا شیوہ تھا بچے نا سمجھ تھے چند روز میں ماں کو بھول گئے، اسی کو ما سمجھتے اور ماں سمجھکر لپٹتے عقل سے کام لیتی تو ان کا ہلالینا کوئی بڑا کام نہ تھا، مزے سے عمر بھر بچوں پر حکومت کرتی اور میاں پر سلطنت، مگر اس کا وطیرہ یہ کہ بچے روتے رہی اور وہ گاڑی میں بیٹھ ہوا خوری کو چلدی میاں دیکھتا رہا اور وہ پان بنا اپنا کلہ گرم کر چارپائی پر جالیٹی تین ساڑھے تین برس تو چپکا دیکھتا رہا، مگر جب دیکھا کہ بیوی کسی طرح ٹھیک نہیں ہوتی مجھکو راحت نہ بچوں کو آرام۔ اللہ کی بندی کو فقط اپنے کام سے کام ہے تو دوسرے نکاح پر آمادہ ہوا۔ نسیمہ کے کان میں یہ بھنک پہنچی، تو پاؤں تلے کی زمین نکل گئی اور اس کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ کھلم کھلا ندوی سے گفتگو کرے

نسیمہ سنا ہے کہ آپ سنت رسول ادا کرنے کی فکر میں ہیں۔

ندوی۔ آپ نے صحیح سنا لیکن آپ اسکا مضحکہ نہ اڑائیے میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں، جو نکاح ثانی کو سنت رسول اللہ سے تعبیر کر کے دوسروں کو دھوکا دیں، میں اپنی ضرورت سے کرتا ہوں البتہ مجھکو جو حق اسلام نے دیا ہے اس سے ضرور فائدہ اٹھاتا ہوں، اور وہ بھی اس لیے کہ اس نکاح سے جو میری غرض تھی وہ پوری نہ ہوئی۔

نسیمہ جہاں تک مجھے علم ہے رابعہ بیوی ہونے کی حیثیت سے اپنے فرض اچھی طرح انجام دے رہی ہے آپنے اس کے فرائض میں اپنے بچوں کی پرورش کیوں شامل کر دی ہے وہ اگر اس سے غفلت کرے یا اس کو انجام دے سکے تو خود بھی سمجھے اور ایسی سخت سزا کی سزاوار نہیں ہے جو آپنے تجویز کی اور

جس سے اس کی تمام عمر برباد ہو۔

ندوئی میں نکاح کے وقت ان بچوں کا باپ تھا، اور بچے چھپے ہوئے نہ تھے، اس لیے ظاہر ہے کہ میری بیوی کے فرائض میں ان کی پرورش یقینی شامل تھی، اور یہ سب سے بڑا فرض تھا، اس لیے باپ ہونے کی حیثیت سے میرا یہ فرض ہے کہ میں اُن کی پرورش کا پورا سامان کروں اور ایک ایسی عورت سے نکاح کروں، جو ان کی پرورش کر سکے۔

نسیمہ آپ کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ جس لڑکی سے آپ کا نکاح ہو رہا ہے وہ کنواری ہے اس نے دنیا نہیں دیکھی، اس کے پہننے اوڑھنے کے دن، اچھا کھانے کا وقت اور بے فکری کے سونے کا زمانہ ہے، پہلوٹھی کے بچے کی جو اپنے پیٹ کے ہوتے ہیں، پرورش نانیاں دادیاں ہی کرتی ہیں، اور ماؤں سے صرف دودھ پلانے کا واسطہ رہتا ہے نہ کہ آپ ایک لڑکی سے یہ توقع رکھیں کہ وہ آپ کے اتنے بڑے بڑے بچوں کی پرورش کرے اور ماں بننے سے پہلے حقیقی ماؤں کی طرح اپنا سکھ ان کے دکھ پر قربان کر دے۔ آپ اس سے وہ کام لینا چاہتے ہیں جس کا اہل ابھی قدرت نے اسکو نہیں سمجھا، آپ کو کسی ایسی عورت سے نکاح کرنا چاہیے تھا جو خود بھی کئی بچوں کی ماں ہوتی تا کہ دونو کے حق برابر ہو جاتے اور آپ کو بھی معلوم ہو جاتا کہ پرائے بچوں کی پرورش آسان ہے یا مشکل۔

ندوئی آپ جس مسئلہ پر بحث کر رہی ہیں یہ قبل از نکاح فیصلہ کرنے کا تھا میری درخواست نکاح میں بیوی کا یہ فرض شامل تھا، اور آپ کو انکار کرنیکا اختیار تھا، جب آپ نے منظور [illegible] کوئی وجہ نہیں، کہ میر[illegible] پوری [illegible] اور اب میرے بچے [illegible] ہی میری موجودگی [illegible] فرائض کیا

ادائیگی میں لاپروائی، کوتاہی، تساہل اور سہل انگاری میں نے تین برس سے
زیادہ میسر کیا ہے، اور یہ ایک عورت کے واسطے معاملہ کو سمجھ لینے کے لیے بہت کافی
وقت ہے اور اس کا فرض ہے کہ وہ شوہر کو دوسرے نکاح کی ضرورت سے قطعی سبکدوش
کرے کوئی مرد دنیا میں ایسا بیوقوف نہ ہوگا، کہ وہ بلا وجہ اپنے اخراجات کو بڑھائے
اور خواہ مخواہ نئے تعلقات میں پھنسے، اس لیے سوا ان چند خود غرض افراد کے جو شوقیہ
نکاح ثانی کرتے ہیں اور جو میری رائے میں اچھا نہیں کرتے، عام طور پر نکاح
ثانی کی وجہ موجودہ بیوی ہوتی ہے، اگر بیوی اپنے فرائض پوری طرح انجام دے اور
پھر مرد دوسرا نکاح کرے تو وہ ذمہ دار اپنے فعل کا ہوگا، لیکن جب دیکھتا ہے
کہ بیوی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے میں قاصر ہے تو وہ نکاح ثانی میں حق بجانب
ہے اور اسکا تمام عذاب و ثواب برائی بھلائی۔ جو کچھ بھی نتیجہ ہوگا، بیوی کی گردن پر ہے
نسیمہ کا خیال تھا کہ وہ نندوئی کو ڈر بڑائے گی، مگر پانی مر رہا تھا، خاموش
ہو گئی، اور ماننا پڑا کہ مرد کے دوسرے نکاح کی ذمہ دار اگر وہ شوق یا خبط نہ ہو
اس کی بیوی ہے، تاہم فیصلہ یہ ہوا کہ ایک سال کی مہلت دیجائے اگر اس عرصہ
میں ابلہ راہ راست پر نہ آجائے تو اس کے شوہر کو نکاح کا پورا حق حاصل ہے۔

(۴۶)

نسیمہ نے نندوئی کو رخصت دینے کو تو دیدی اور اپنے مقدور بھر رابعہ کو
ڈانٹنے اور سمجھانے میں کسر نہ کی، دبی زبان سے یہ بھی کہدیا کہ اب بھی آنکھیں
بند ہوئے گئیں تو بیوی عمر بھر سر پر ہاتھ رکھکر رونا، اکیلی جان ہوتی تو کسی کی ٹہل
کر کے پیٹ بھر لیتیں، کچا ساتھ دو بچے آگے جس کی دہلیز پر جاؤ گی دُر دُر پھٹ
پھٹ، مگر رابعہ کو تو ایسے پکے گھڑے کی جڑی تھی کہ وہاں سے مس نہ ہوتی
رہی جھک مار کر پٹ نسیمہ بھی کانوں میں تیل ڈال بیٹھ جا

اپنے ہاتھوں گھر کھو ہی چکی تھی، مگر وہ اسکے مزاج سے واقف، عادت سے آشنا
خصلت سے باخبر اور گنوں سے اچھی طرح مطلع تھی، مہینہ میں دن تو یہ وطیرہ رکھا
کہ چوتھے پانچویں آئی اور ایک جھانک، جیسے ہیٹ دو چار گھنٹے ٹھہر، بگڑ بگڑا چلدی. مگر
جب یہ دیکھا کہ یہ گھی سیدھی انگلیوں نکلنے والا نہیں، تو چند روز کے واسطے اپنا
گھر چھوڑ بچوں کو لے یہاں آگئی، وہ سمجھتی تھی کہ رابعہ لاکھ بچہ ہے، مگر ایسی بیوقوف
نہیں کہ اتنے جھوٹے پر بھی نہ چونکے گی، یہاں آنکر دیکھا، تو کم بخت کی جو بات ہے
وہ نرالی، جو دیکھا ہے وہ انوکھا، ہنسیا اتنی کہ ہزار باتیں کہو، ذرہ بھر اثر نہیں، ڈھیٹ
اس درجہ کی لاکھ منہ کی کھاؤ خاک پرواہ نہیں، مگر اتنی بات ضرور تھی، نہ معلوم نسیمہ
کا طریق تربیت یا بچپن کا بیٹھا ہوا خوف کہ جہاں اس نے انتا اور خون خشک
ہوا نسیمہ بھی اب اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ برابر کی بہن ہے، جواب دے بیٹھی تو بڑائی
اور بزرگی سب کرکری ہو جائے گی. جو کچھ کروں سمجھ کر اور جو کچھ کہوں دیکھکر
اس نے سب سے پہلے گھر کی آراستگی پر توجہ کی رہنے کا مکان گھر کا تو نہ تھا، کرایہ
ہی کا تھا، مگر پندرہ برس سے قبضہ میں تھا، غدر سے پہلے کا مکان جس میں
آجتک مرمت تو درکنار کبھی سندلے کی کرنی یا چونے کی کوچی تک نصیب نہ ہوئی
کڑیاں ٹوٹی تختے پھٹے ہوا سا نکلا سنڈریں جھڑی چھت پر نظر ڈالتے ڈر لگے، اور دیواروں کو
دیکھو تو خوف آئے.

نسیمہ کے مہلت مانگنے یا تسکین دینے سے سعدی کی بدنصیب کو کیا امید ہوتی، مگر ہاں
آجانے سے کچھ ڈھارس بندھ چلی کہ شاید گھر بچ جائے نسیمہ نے پہلا کام تو یہ کیا
کہ گھر ... رلا، اور کھلم کھلا سعدی سے کہدیا کہ آپ کے بچے آئے دن جو بیمار رہتے ہیں، اور
بیوی ... دوسرے نقاہت وغیرہ کی شکایت کرتی رہتی ہے اس کی بڑی وجہ یہ مکان ہے،
... مات گز کے جگہ ... یوں کی ہی آنکتا ...

نہیں ، دیواریں یہ قہقہہ کہ تازی ہوا نام کو نہ آئے جاڑے میں دھوپ نہیں ، گرمی میں ہوا نہیں ، بس یہ صحت کا دارومدار ہے ، باورچی خانہ میں روشندان نہیں کہ دھواں باہر جائے ، اس پر ستم یہ کہ کوئلے نہ لکڑیاں ایسے جلتے ہیں ، یہ ہواں تو اچھی بھلی آنکھوں کو اندھا کر دے نئے محلہ میں نسیمہ کے آتے ہی پڑوسنوں کو عید ہوگئی ، بارہ بجے رات تک بچیاں اور بوڑھیاں ، کواریاں ، اور بیاہیاں اسکو گھیرے رہتیں ، اور وہ باتوں ہی باتوں میں ان کو کام کی سیوں باتیں بتا جاتی تعلیم نسواں کا چرچا شہر میں اچھی طرح ہو چلا تھا ، لڑکیوں کو نیا نیا شوق ، بزرگوں کی اعانت ، نسیمہ کی سرپرستی باتوں ہی باتوں میں محلہ کی ایک خاصی اچھی انجمن تیار ہوگئی ، ہر ہفتہ جمعہ کی نماز کے بعد نسیمہ بیگم کی ایک تقریر ہوتی ، اور رابعہ کی درستی کے ضمن میں محلہ بھر کی عورتیں اس سے فائدہ اٹھاتیں ۔ بیویوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ آموجود ہوتے پہلے نماز ہوتی اسکے بعد نسیمہ کا لیکچر ، اس انجمن میں سب سے پہلا لیکچر یہ تھا ۔

بہنو ! تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہماری زندگی کا دارمدار صرف تین چیزوں پر ہے ، ہوا ، پانی ، غذا ، ہوا پانی تو قدرتی انعام ہیں اور ان پر میں اسوقت بحث نہیں کرتی ، لیکن غذا ہمارے اختیار کی بات ہے ، اور چونکہ ہمارے تمدن میں اور ایک ہمارے ہی تمدن میں کیا ، ہر ملک اور ہر قوم میں غذا کا تعلق عورتوں ہی سے ہے ، اس لیے ہر لڑکی کو غذا کے متعلق پوری کیفیت نہیں تو تھوڑا سا حال معلوم ہونا چاہیے کہ یہ غذا کن کن چیزوں سے ملی ہوئی ہے ، یہ ہمارے جسم پر کیا اثر کرے گی ۔ کس وقت کیا غذا مفید اور کیا مضر ہو سکتی ہے ۔ ایک ڈاکٹر کا قول ہے کہ جب غذا خریدتے وقت ہم یہ احتیاط کہ آٹا کم تو نہیں دیا ، گھی کی تول اٹھی

ہوئی تو نہیں، تو ضرور ہمکو یہ بھی معلوم کرنا چاہئے، کہ غذا ہماری زندگی جیسی بیش قیمت چیز پر کیا اثر کرے گی، بہت سی جانیں اسی لاپرائی سے ضائع ہوتی ہیں، اور اکثر بیویاں ان کے شوہر اور بچے صرف اسی لیے ہمیشہ رنجیدے رہتے ہیں، جیسے بیچاری بوا رابعہ، کہ محض اسی وجہ سے خود علیل، میاں بیمار، بچے مریض، ہمارے جسم میں جو اعضاء و عناصر ہیں، وہ جسم کی پرورش کرتے ہیں اور ان کا نمو غذا سے ہی، غذا میں نباتات، گوشت اور غلہ وغیرہ ہی، دو چیزیں میں اس قدر تمکو بتاتی ہوں، البومین، اور فیبرین، البومین سیال اور ثقیل دونوں صورتوں میں ہوتا ہی، یہ انڈے میں، اناج کے بیجوں میں اور گوشت میں ہوتا ہی۔ فیبرین بھی اسی قسم کی شے ہے جو ان ہی چیزوں میں ہوتا ہی، مگر وہ اعلیٰ قسم کی شے ہی، گائے کے گوشت کا شوربا ابلتے وقت اگر وہیں آنچ کرو، تو جو ریشے چھوٹ جائیں گے وہ خالص فیبرین ہونگے، اخروٹ، بادام کاجو وغیرہ میں البومین ثقیل صورت میں ہی لیکن خون اور یخنی وغیرہ میں سیال صورت میں ہم زیادہ تر اناج کھاتے ہیں لیکن گوشت غلہ سے زیادہ مقوی ہی، کیونکہ اس سے فیبرین خون میں ترقی کرتا ہی، اور نسوں کو طاقت دیتا ہی، غلہ سے خون ہلکا بنتا ہی، اور جسم میں بمقابلہ گوشت کے کم حرارت پیدا کرتا ہی، اب تجربہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ غذا جو گوشت اور اناج سے ملکر طیار ہو، جیسے روٹی سالن پلاؤ وغیرہ یہ جسم کی پرورش میں بہت زیادہ مددگار ہوگی، تمکو یہ دیکھکر تعجب ہوگا، یا کبھی تم انگریزی سوسائٹی میں ملو گی ہوگی، کہ وہ لوگ اناج

کم کھاتے ہیں، اور گوشت زیادہ، مگر تم سے زیادہ تندرست رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہو کہ گوشت میں جو البومین ہوتا ہی، وہ دوسری غذا سے ملکر عرق بنتا ہی، اور بہت آسانی سے ہضم ہوجاتا ہی اور خون پر اچھا اثر کرتا ہی۔ نباتات وغیرہ میں ہاضمہ کو مدد دینے والی چیزیں زیادہ ہیں، مولی اور گوبی وغیرہ میں نمک کا مادہ بہت ہوتا ہی، بندہ گوبی میں تو چونہ بھی ہوتا ہی۔ جو معدہ کے لیے مفید ہی جن بچوں کو بعض دفعہ سوہضمی کی شکایت ہوجاتی ہی اُنکے لیے چونے کا نتھرا ہوا پانی بہت مفید ہی۔ تھوڑا سا چونہ ایک مٹی کے برتن میں ڈالدو، اور پانی بھر دو۔ چونہ اندر بیٹھہ جائیگا، اور پانی اوپر رہیگا یہ نتھرا ہوا پانی ہاضمہ کو بہت اچھا ہی جس کو لائم واٹر بھی کہتے ہیں، اور جو ڈاکٹروں یا دوکانداروں سے بھی نتھرا نتھرایا مل سکتا ہی۔

میں اوپر البومین اور فیبرین کا ذکر کرآئی ہوں، گوشت میں خصوصًا یہی دو چیزیں ہوتی ہیں۔ اسیلیے گوشت خوار جانوروں کی نسبت جو جانور گوشت نہیں کھاتے ان کا گوشت ہلکا ہوتا ہی اور بہت آسانی سے ہضم ہوجاتا ہی۔ ہمارے پاک مذہب نے ہماری معمولی باتوں میں بڑے بڑے مرحلے طے کردیئے ہیں بشرطیکہ غور سے دیکھو۔ یہی وجہ ہے ہمارے واسطے ان جانوروں کا گوشت حلال ہی جو گوشت نہیں کھاتے، درندے کا گوشت حرام ہی گوشت اناج کے مقابلہ میں جلد ہضم ہوتا ہی، بالمخصوص مچھلی کیونکہ اس میں ... بہت زیادہ ہوتا ہی اور اس لیے اس کا

سفید ہوتا ہی، گوشت میں جسقدر البومین زیادہ ہوگا اسی قدر فیبرین
اور چربی کم ہوگی، اور جس قدر فیبرین یا چربی کم ہوگی اسی قدر
جلد ہضم ہوگا، کبوتر اور مرغی کا گوشت بکرے اور مینڈھے سے
جلد ہضم ہونے والا ہی لیکن بطخ کا گوشت اس لیئے کہ اس میں
فیبرین زیادہ ہی ثقیل ہی، اور دیر میں ہضم ہوتا ہی کلیجی بھیجا یا
سینہ کا گوشت آسانی سے ہضم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں فیبرین
زیادہ ہوتا ہی۔ میں اس کے ساتھ ہی تم سے یہ بھی کہوں گی، کہ غذا
جس قدر سادہ ہو، اسی قدر بہتر ہی، کیونکہ امراض کی جڑ صرف
غذا کے تکلفات ہی معلوم ہوتے ہیں، ورنہ پہلے زمانہ میں جب
سادہ غذائیں، اور معمولی کھانے ہوتے تھے نہ یہ مرض تھے نہ یہ
شکایتیں۔ ان کی عمریں بھی ہم سے زیادہ ہوتی تھیں اور ان کا
زمانہ بیماری بھی بہت کم۔ یونان اور رومہ کے لوگ اپنے وقت
میں بہت سادی زندگی بسر کر رہے تھے، لیکن ان کے زمانہ میں
انکے پڑوس میں تکلفات شروع ہو گئے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ یونان اور
رومہ والے جسمانی اور ذہنی طاقتوں میں ہمیشہ ان سے فائق رہے
خیر یہ ایک جملہ معترضہ تھا، بحث غذا کے متعلق تھی، کھانا جہاں تک
ممکن ہو گرم کھانا چاہیے، ٹھنڈا کھانا اتنا مفید نہیں ہوتا، جیتا گرم
کیونکہ غذا میں چربی کا مادہ ہمیشہ زیادہ ہوتا ہی، اگر وہ گرم اور سیال
ہو، تو ظاہر ہی کہ ہاضمہ کے لیے بہت آسانی ہوگی، اگر و[illegible] ہوگی
تو معدہ کی حرارت جو غذا کو ہضم کرتی ہی، چر[illegible]
سست ہوجائے گی۔ بعض جگہ میں

کہ کھانے کے بعد میوہ کھایا جاتا ہے، مثلاً اخروٹ، بادام، کاجو
کھوپرا، کشمش وغیرہ، لیکن یہ اصول صحت کے خلاف ہے کیونکہ
یہ چیزیں ہاضمہ کے لیے ثقیل ہیں، اور جب غذا خود ہی ہضم نہیں
ہوتی، تو یہ جا کر اور اُلٹا ہضم میں خلل ڈالیں گی، ہاں اگر پان
کی طرح ان کے کھانے کی اشد ضرورت ہو، اور وہ بھی اس لیے
کہ منہ صاف ہو جائے تو بہتر ہوگا، کہ یہ چیزیں نمک کے ساتھ
کھائی جائیں، تاکہ جلد ہضم ہو سکیں، دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد
کچھ دیر آرام اور رات کا کھانا کھانے کے بعد
تھوڑی سی پیدل قدمی صحت کے لیے بہت اچھی ہے کیونکہ کھانے کے
بعد اگر محنت کی تو معدہ کا خون دوسری جانب منتقل ہو جائیگا اور
ہضم میں دقت ہوگی، میں اس مضمون کو اگر خدا کو منظور ہوا تو آئندہ
جمعہ میں ختم کرونگی لیکن آج بھی اس کے ختم سے پہلے میں تمکو کچھ کام
کی باتیں غذا کے متعلق بتانا چاہتی ہوں۔

جو عورتیں بچوں کو دودھ پلا رہی ہیں ان کو نیبو یا سرکہ بہت کم
کھانا چاہیے بلکہ ممکن ہو تو قطعی نہ کھائیں، کیونکہ ان دونوں کا اثر
خون پر اس قسم کا ہوتا ہے کہ وہ دودھ کی پیدائش میں کمی کرے، گوشت
کو اگر معمولی وقت سے زیادہ دیر رکھنا منظور ہو، تو پکا کر اس کو اس طرح
پکائیں کہ جو کچھ اس میں پانی کا عرق موجود ہو نکل جائے اور پھر جست
کا ایک ڈبہ لیکر اس کی ہوا نکال دیں، اور گوشت بھر کر اس طرح
بند کریں کہ ہوا کا گزر وہاں نہ ہونے پائے۔ اس طرح بند کرکے
جس وقت اس کو کھولیں گے گوشت بالکل تازہ نکلے گا

اسی طرح انڈوں کو زیادہ دن رکھنا منظور ہو، تو ہوا جو مسامات میں داخل ہوتی ہے اسکو بند کردو۔ کیونکہ وہی انڈے کو گندا کرتی ہے اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ اگر تیل ملدو تو مسامات بند ہوجائیں گے لیکن چربی فوراً مسامات کو بند کردیتی ہے۔ بچوں کو بعض دفعہ دست اور قے شروع ہوجاتی ہے، دودھ پیتے بچوں کو اس قسم کی تکلیف اکثر ہوتی ہے، اس کی وجہ محض پیٹ میں بادی چیز کا موجود ہونا ہوتا ہے جائفل کو باریک پیسکر اس میں مگنیشیا اور اس کا ملنا آسان نہ ہو تو ذرا سی کھریا ملاکر یہ سفوف دینا بہت مفید ثابت ہوگا۔

(۲۷)

تقریر ختم ہوتے ہی چاروں طرف سے نسیمہ بیگم کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے گئے، اور ہر طرف سے آفریں و مرحبا کی آوازیں آئیں، کچھ ایسا اثر ہوا کہ آٹھ دن کا ملنے بیویوں کو آٹھ برس ہوگئے۔ جہاں دیکھو یہی چرچا اور جدھر سنو یہی ذکر کہ جو ہے وہ جمعہ کا منتظر، خیر خدا خدا کرکے جمعہ آیا، تو عورتوں کو خاصی اچھی عید ہوگئی، گیارہ ہی بجے سے کھانے سے فارغ ہو ہوا۔ ڈولیاں اترنے لگیں۔ ڈھائی بجے نماز سے فراغت پا نسیمہ بیگم پھر کھڑی ہوئیں اور کہا۔

بہنو! بعض باتیں کھانے کے متعلق ہر بیوی کو خوب ذہن نشین کرلینی چاہئیں۔ مثلاً دست آنے والے بچوں کو [illegible] کھانے کے برتن جہانتک ممکن ہو چینی، کانچ کے ہوں [illegible] کی اتری روٹی جو اکثر لوگ کھاتے ہیں صحت کو [illegible] جن بیویوں کو بیکاری کے سوا کوئی کام نہیں، ان میں [illegible] پیدا ہوجاتا ہے جو صحت کو مضر ہے۔ اس کی مثال ایسی [illegible] اگر تم مرغیاں

پالو اور ان کو چالیس روز بند رکھو، باہر نہ پھرنے دو، وہیں دانہ
پانی دیدو تو وہ فربہ ہو جائیں گی، اور چربی بڑھ جائے گی، اب
میں تم سے دودھ کے متعلق کچھہ کہتی ہوں، کیونکہ یہ بھی
ہماری غذا کا بڑا جزو ہی، سب سے پہلے میں تمکو عورت کے دودھ کا
حال بتاتی ہوں اس میں ایک چیز کیسائین ہوتی ہی، دوسری
شکر اور مسکہ کی صورت میں چربی - گائے کے دودھ میں کیسائین
عورت کے دودھ سے زیادہ - لیکن شکر کا حصہ کم ہوتا ہی اسلیئے
گائے کے دودھ میں چونکہ کیسائن زیادہ ہوتا ہی، وہ بادلوں
اور بجلی کے وقت جلد خراب ہو جاتا ہی - کیونکہ اس وقت ہوا میں
اوزون پیدا ہو جاتا ہی اور یہ اوزون بہت ہی تیز آکسیجن ہوا
ہی اور یہ ہوا خود نہائت ترش ہی جس کی وجہ سے دودھ میں
لاکٹک نمک کا مادہ بنجاتا ہی - اس لیے بہتر صورت یہ ہے
کہ دودھ کبھی ایسی حالت میں کچا نہ رکھا جائے - کیونکہ جوش دینے
سے جو آکسیجن اس میں ہو، وہ مادہ وغیرہ جل جاتا ہی یہ بھی سمجھہ
لو کہ گائے کا دودھ بچوں یا کمزور معدے والوں کو موافق نہیں
ہوتا کیونکہ اس میں جیسا میں نے اوپر بیان کیا مسکہ ہوتا ہی اور
بہت زیادہ ہوتا ہی - اگر بھینس کا دودھ میسر آسکے تو گائے کے
دودھ میں سے بالائی کا حصہ نکال کر دینا بہتر ہوگا - دودھ کو اگر
یہ اندیشہ ہو، کہ خراب ہو جائیگا، تو ہم اس طرح محفوظ رکھ سکتے ہیں
کہ سیر بھر دودھ میں دس گرین کاربونیٹ آف سوڈا ملا دیں جہانتک
میں خیال کرتی ہوں یہ دودھ دس روز خراب نہ ہوگا شیشہ کے

برتن میں دودھ رکھنے سے بعض دفعہ ادھر ادھر کروٹوں میں بالائی جم جاتی ہے لیکن یہ ہرگز نہ کھانی چاہیئے، کیونکہ اس میں نمک کا مادہ ہوتا ہے اور شیشہ سے مل کر بڑھ جاتا ہے، دوران حمل میں بعض عورتوں کو صفرے کا زور رہتا ہے، قے ہوتی ہے، چکر آتے ہیں جی متلاتا ہے۔ اس کا علاج سب سے بہتر یہ ثابت ہوا ہے کہ پانی کے آدھے گلاس میں آدھا چمچہ خاک کیا ہوا چونا یا ایک چمچہ مگنیشیا ڈال کر پی لیں، اس تکلیف کے وقت تمام غذاؤں سے بہتر چاول ہے۔

ایک اور بھی علاج اچھا ثابت ہوا ہے، کہ کاربونیٹ آف سوڈا دس گریں اس کا سفوف دن میں تین مرتبہ استعمال کریں۔ قدرے پانی کے ساتھ کثرت سے چائے کا استعمال، یوں تو سب کو ہی مضر ہے لیکن حاملہ کو اور زیادہ، ہاں ایک دو دفعہ پینے کا مضائقہ نہیں کیونکہ چائے معدہ کی قوت کو کمزور کرتی ہے۔

اب میں تم سے کچھ تمہارے لباس کے متعلق کہتی ہوں، گرم ہوا میں چکنے اور صاف کپڑے کا لباس صحت کے لیے ہمیشہ مفید ہوگا تنگ لباس کے مقابلہ میں ڈھیلا ڈھالا لباس زیادہ گرم ہوتا ہے حالانکہ سمجھا یہ جاتا ہے کہ تنگ زیادہ گرم ہوگا۔ کیونکہ ڈھیلے کپڑوں میں گرم ہوا کی تہ جم جاتی ہے تنگ ہو تو اندر نہیں آنے پاتی بعض بیویاں جاڑوں میں یہ غلطی کرتی ہیں کہ اندر کمرے میں گرم لباس پہنے یا کوئی کپڑا اوڑھے بیٹھی ہیں، اور باہر جانے کی ضرورت ہوئی تو فوراً اٹھیں اور چلی گئیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیرونی سرد ہوا فوراً جسم میں داخل ہو کر بیمار ڈال دیتی ہے، اس کی ہمیشہ احتیاط

رکھنی چاہیے یوں تو بہت سی چیزیں ہیں جو سردی کی حفاظت کرسکتی ہیں لیکن سردی لگنے کا اصل مقام پیٹ ہوتا ہی، اور سب سے زیادہ اس کی حفاظت ضروری ہی۔ فلالین اس کام کے لیے بہت مفید ثابت ہوئی ہی، اور جاڑوں میں پیٹ کا اس سے ڈھکا رہنا اچھا ہی، کیونکہ وہ ہوا کو جذب کرلیتی ہی اور اندر داخل نہیں ہونے دیتی جس کی وجہ سے نزلہ اور کھانسی پیدا ہوتے ہیں۔

جسم کے کسی حصہ میں اس قدر پسینہ نہیں نکلتا جس قدر پاؤں سے، اس لیے وہ جس قدر جلد نکلتا ہی۔ اتنا ہی جلد خشک ہونا چاہیے اس لیے بجائے سوتی موزوں کے اونی موزے مفید ہونگے۔ کیونکہ جسم بھر میں پسینہ کو بہا دینے والے پاؤں ہیں۔ جتنا اُنکے مسامات کا انتظام ہوگا، اتنا ہی پسینہ نکلے گا۔ اس لیے جہاں تک ممکن ہو۔ پاؤں میں موزے زیادہ پہننا صحت کو مفید ہیں۔ میں نے ابھی تنگ لباس کا ذکر کیا تھا یہ صحت کے واسطے مضر چیز ہی، کیونکہ یہ دوران خون کو روکتا، اور نسوں کے فعل کو بند کردیتا ہی اور اس سے طرح طرح کے امراض پیدا ہوتے ہیں زیادہ کپڑے پہننا بھی مضر ہی۔ کیونکہ اگر اس سے پسینہ زیادہ آیا، تو جسم ناتوان ہوجائیگا، مناسب ہوگا کہ آج ہی ہوا کے متعلق بھی اپنی عزیز بہنوں کو کچھ بتاؤں۔ کیونکہ ہماری زندگی کا دارمدار اسی پر ہی۔ بہنوں اور بیٹیوں اس میں دو عنصر ہوتے ہیں۔ دونوں یاد رکھنا۔ ایک کا نام آکسیجن ہی جس کا میں اوپر ذکر کرآئی ہوں، دوسرے کا نام نیٹروجن ہی۔ یوں تو اور بہت سے اجزا

ہیں، مثلاً، پانی، کاربانک ایسڈ گیس وغیرہ، مگر یہ دو بڑے جزو
ہیں۔ ہوا ہمارے خون کو آکسیجن پہنچاتی ہے جس سے ہم زندہ رہتے
ہیں یوں سمجھو ہمارے ہر سانس میں آکسیجن اندر داخل ہوتی ہے اور
ہر سانس کے ساتھ جو باہر آتا ہے کاربانک ایسڈ گیس نکلتی ہے، ہم جو کچھ
کھاتے ہیں اس کا معدہ میں دودھ کی طرح عرق بنتا ہے۔ یہ عرق
دوران خون کے ذریعہ پھیپھڑے میں سے جاتا ہے، سانس سے
جو ہوا اندر پہنچتی ہے یہی آکسیجن ہے، وہ اس عرق کو سرخ رنگ کا
بنا دیتی ہے اور خراب ہوا کو باہر کے سانس کے ذریعے سے نکال دیتی
ہے، جہاں جگہ کم ہو، اور آدمی زیادہ۔ وہاں کی ہوا اسی وجہ سے
خراب ہو جاتی ہے اور مرض شروع ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ہر شخص
اپنے سانس سے آکسیجن کو کم کرتا ہے، اور کاربن سے ہوا کو بھر دیتا
ہے، اور جب آکسیجن نہ ہو، اور پھر کاربن پیٹ میں داخل ہو، تو ظاہر کہ
کہ کیسا برا اثر ہوگا، اسی لیے میلوں نمائشوں میں آدمیوں کی کثرت
کے موقع پر یہ احتیاط کیجاتی ہے، مکانوں میں روشندان بھی
اسی لیے رکھے جاتے ہیں کہ وہ ہوئیں کے ساتھ خراب ہوا کو باہر
نکالدیں، گھر میں ضرور اس اصول کے خیال سے پھل پھلواری
کے درخت گملے پودے وغیرہ بہت مفید ہیں، کیونکہ ان کی پرورش
کاربن سے ہوتی ہے اور اس ہوا کو وہ فوراً جذب کر لیتے ہیں۔

کیچڑ یا سڑی ہوئی چیزوں میں کاربن کا مادہ بہت زیادہ
ہوتا ہے۔ اس لیے گھر میں اگر ایسی چیزیں ہوں تو ان کو فوراً دور
کر دینا چاہیے، تاکہ کاربن اچھی ہوا کو بھی ملکر خراب نہ کر دے

میں نے پچھلے جمعہ کو اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے تمکو کچھہ کام کی باتیں بتائی تھیں، اس لیے آج بھی مناسب معلوم ہوتا ہی کہ تم سے ویسی ہی کچھہ باتیں کہوں۔

اگر تمہارے گھر میں پھولوں کے پودے ہوں، اور پھول خود بخود سکڑ جائیں تو سمجھنا کہ بارش ہونے والی ہی۔

اگر مرغ بیوقت اذان دے، زیادہ بیچین ہو، تو بھی مینہہ برسنے کا احتمال ہی۔ اسی طرح اگر چڑیاں چوں چوں کریں اور بھاگتی پھریں تو غالباً مینہہ برسے گا، بطخیں یا ہنس تالابوں میں جاکر اگر اپنی چونچ سے پانی اچھالیں تو برسات شروع ہوگی۔

مکڑیاں اگر نظر نہ آئیں، اور چھپنے کی کوشش کریں، تو سمجھو کہ برسات آگئی، مرغیاں اگر مٹی کھود کر اس میں بیٹھنا شروع کریں تو یہ بھی برسات کی علامت ہی۔

یہ جو کچھہ میں نے کہا پیشین گوئی نہیں، بلکہ بارش کا انحصار ہوا پر ہی، اور جانور انسان سے بہت زیادہ ہوا کو پہچانتے ہیں اور اس کے اثر سے واقف ہیں۔

حد یہ ہی کہ چیونٹی بھی بارش کی ہوا کو ہم سے بہتر سمجھہ سکتی ہی جب دیکھو چیونٹیاں کثرت سے انڈے بلوں میں لے جا رہی ہیں، تو سمجھہ لو، کہ بارش ہونے والی ہی۔

(٢٨)

رابعہ کیسی ہی گری کیوں نہ تھی، مگر نسیمہ کے گھر میں قدم دہرتے ہی وہ اچھی طرح سمجھہ گئی تھی کہ شامت آ[illegible] بری طرح آئی، وہ آرام طلبی اور بیفکر[illegible]

اینڈنا ختم ہوا نسیمہ نے پہلے ہی دن نئے مکان میں جاکر چاروں طرف سپیدی کرائی، تاکہ کسی قسم کے مرض متعدی کا اثر موجود ہو، تو جاتا رہے خوب اچھی طرح گندھک روشن کی، لوبان جلایا کہ ہوا صاف ہو جائے۔ اس کے بعد رابعہ کے سوتیلے بچوں کو نہلا دہلا کپڑے بدلوائے اپنے ساتھ سلاتی، اپنے ہاتھ سے اُٹھاتی ذرا کھانے میں دیر ہوئی اور وہ سب کام چھوڑ چھاڑ خود باورچی خانہ میں جا پہنچی۔ بھاوج کا یہ رنگ دیکھکر کس طرح ممکن تھا کہ رابعہ الگ تھلگ رہتی۔ چند ہی روز میں بھاوج کی دیکھا دیکھی وہ خود بھی بچوں سے لپٹنے لگی، جس گھر میں کبھی مہینوں چاندنی نہ بدلی جائے وہاں یہ کینچلی بدلی گئی کہ دونوں دالانوں میں اجلا صاف شفاف بچھونا دھبہ نہ چلتا، پلنگ بچھے، بچھونا ہوا، دونو وقت جھاڑو علی الصباح میز کرسیوں کی صفائی نندوئی صاحب کی بھی آنکھیں کھل گئیں وہی بیوی جو دن کے ۹ بجے پلنگ سے اُٹھتی، نماز کے وقت بچوں کا ہاتھ منہ دھلاتی اور چا، پلاتی۔ انجمن کا سب سے پہلا کام بی رابعہ کی اصلاح تھی، جب نسیمہ کو رابعہ کی طرف سے پورا اطمینان ہوا، اور نندوئی کو بھی مطمئن اور بشاش دیکھا، تو ایک جمعہ کو اس نے اپنی تقریر اس طرح شروع کی۔

میں اپنی پیاری بہنوں سے آج جدا ہوتی ہوں، مجھ کو دو مہینے سے زیادہ اس محلہ میں آئے ہوگئے، گھر کے تمام کام کاج چوپٹ پڑے ہیں، بچوں کی تعلیم کا حرج ہو رہا ہے۔ لڑکیوں کے جو اوقات مقرر تھے اُن میں فرق پڑ رہا ہے۔ میں اپنی عزیز رابعہ کی ممنون ہوں اور تم سب بہنوں کے سامنے ان کے احسان کا اقرار کرتی ہوں کہ اُنھوں نے اپنی شرافت سے کام لیکر میری عزت بڑھائی، میری درخواست کو منظور کیا، اور اپنے گھر کو سنبھال لیا۔ اور مجھے امید

ہے، کہ اسی طرح یہ ہمیشہ اپنے بزرگوں کی آبرو کا لحاظ رکھیں گی۔
اور کسی کو شکایت کا موقع نہ دینگی۔ بوا، رابعہ بیگم! ہم مسلمان ہیں
اور صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے، جو سب سے پہلے عورت کی حمایت
کو اٹھا، ورنہ دنیا نے تو عورت کو جانور سے بدتر بنا دیا تھا اب تک
بھی تم بعض قوموں میں بیوی کو لونڈی اور عاملے سے بدتر پاؤ گی
وہ مرد کی پرستش کرنے والی ہے اور اس کی زندگی کا مقصد
صرف یہی ہے کہ وہ شوہر میں فنا ہو جائے لیکن ہمارا سچا مذہب
ہمکو میاں بیوی کے تعلقات میں وہی تعلیم دے رہا ہے، جو
ہماری زندگی کے واسطے مفید و کارآمد ہے، شوہر ہمارا خدا ہے، نہ
رسول، وہ ہمارا معاون اور ہم اس کے مددگار لیکن ہم جیسی
بیویاں اپنے مذہب کو بدنام کرتی ہیں، اور دوسروں کو اس پر ہنسواتی
ہیں مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے جب سلیمہ بیگم کے شوہر نے دوسرا
نکاح کر لیا ہے، اور اس لیے کیا، کہ وہ سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے
مگر اس نیکبخت نے مطلق شوہر کی پرواہ نہ کی، آٹھ دن کے واسطے
میکہ آئی اور آٹھ مہینے میں گئی، تو اس کی آنکھوں میں دنیا اندھیر
تھی بس چند فقرے میرے سامنے جب سلیمہ کی ہمدردی کی تو کہلا
کہلا کہدیا کہ کیا کریں، یہ سلوک تمہارے مذہب نے تمہارے ساتھ کیا
غور کرو، کتنا بڑا زبردست حملہ اسلام پر ہے، قصور خود سلیمہ کا تھا کہ وہ شوہر
بدنصیب کے دوسرے نکاح کی وجہ ہوئی اور الزام اعتراض مذہب پر ہوا۔ ہمکو خدا
کا لاکھ لاکھ شکر گزار ہونا چاہیے کہ ایسا دین ہمکو ملا جس میں ہمارے
حقوق کی پوری حفاظت ہوئی۔ ہم اپنے مال کے مالک، اپنی مرضی کے

مختار اور اپنے خدا کی مخلوق ہیں، لیکن افسوس ہے ہمارے حال پر اگر ہماری وجہ سے مردوں کو اپنی تکلیف پہنچے، کہ وہ عقد ثانی یا طلاق پر مجبور ہوں، اسلام نے ہمکو سب کچھ دیا، باپ کے ہاں ترکہ دیا، ماں کے ہاں حصہ دیا، شوہر کے ہاں ورثہ دیا، سب سے بڑھ کر مہر دیا۔ اس کا بدلہ یہ کہ ہم مردوں کے حق کو جو وہ شرعاً حاصل کریں، دوسروں کی نگاہ میں ذلیل کریں، یقیناً تعدد ازدواج کی وجہ ہمیشہ موجود۔ بیوی ہوتی ہے مگر لوگ اس کا مضحکہ اڑاتے ہیں، اور اس بدبخت کو قابل ہمدردی سمجھتے ہیں، اس نے اگر اپنے فرائض کے ادا کرنے میں غفلت کی ہے اور یہ وجہ عقد ثانی کی ہوئی تو تباؤ کیا گناہ ہوا، اور کیوں وہ ایک بیکار زندگی بسر کرتا، رابعہ بیگم مجھکو تمہاری قبر میں سونا ہے نہ تمہیں میری مگر زندگی اور زندگی کے اعمال و افعال کا جواب تمکو اور مجھکو ضرور دونوں کو دینا ہے اسلام نے ہمکو ہر قسم کی آسائش اور ہر طرح کا آرام دیا ہے، غور کرو، اور سوچو، فرماتے ہیں، وما خلقت الجن والا نس الا لیعبدون یعنی انسان اور جن سب کو عبادت کے واسطے پیدا کیا ہے تو کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم سوا عبادت کے کچھ کریں ہی نہیں، نہیں اسلام ہم سے یہ توقع نہیں کر سکتا بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارا ہر فعل جو معصیت نہ ہو عبادت ہے، ہم بچوں کا منہ دھلائیں عبادت، شوہر کی روٹی پکائیں عبادت، گھر کی جھاڑو دیں عبادت، اپنے کپڑے بدلیں عبادت، خوش رہنا اور ثواب مفت کا۔ کیسی خوبیوں کا دین اور کیسی خوبیوں کا مذہب ہے۔ یہاں کی پرلطف زندگی

عبادت اور وہاں کا اکرام مفت کی عنایت، جو بیویاں اپنی غفلت اور تمکنت میں شوہروں کی نارضامندی سے زندگی تباہ کر رہی ہیں وہ یہاں تو خیر ہزار وقت و مصیبت دن پورے کریں ہی گی مگر جب وہ وقت آیا کہ روح نے عالم بالا کو پرواز کیا، تو بتاؤ کیا گذری فرمائیے میں

اعمال میں عمل بُرے تو ہوئی عاقبت خراب — ایذائیں طرح طرح کی اقسام کے عذاب
اور سب سے زیادہ خالقِ کونین کا عتاب — گر پوچھنے پہ آئے تو کیا ان پہ جواب

حق کو جو ناپسند ہو تف ایسے کام پر
مالک ہی خوش نہیں ہے تو لعنت غلام پر

مختصر یہ کہ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے خدا ایسی زندگی سے سب کو بچائے اور اپنے حبیب کے طفیل سے ہم کو وہ توفیق دے کہ ہم نیک بیویوں کا ایسا نمونہ ہوں، کہ اپنے پاک مذہب کو معراج کمال پر پہنچادیں

نسیمہ بیگم کی تقریر ختم ہوتے ہی بیویوں نے غل مچایا کہ ابھی ہم آپ کو نہ جانے دینگے اگر آپ کا ارادہ مصمم ہو گیا ہے، تو براہ کرم ایک جمعہ اور تقریر فرمائیے۔ تاکہ انجمن آپکو شکریہ کے ساتھ رخصت کرے اور آپ کے احسانات کا اعتراف کرے۔

(۲۹)

نسیمہ کو جانے کی جلدی تو بہت تھی، مگر اس قدر زیادہ اصرار سے اس کو ایک جمعہ اور ٹھہرنا پڑا۔ جمعہ آیا، تو عورتوں کا یہ انبوہ ہوا، کہ تل دھرنے کو جگہ نہ ملی۔ یہ آخری تقریر تھی جس کو نسیمہ نے ان الفاظ میں ادا کیا۔

مجھکو عورتوں کے فرائض میں سب سے زیادہ ذمہ داری کا کام بچوں کی پرورش معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے آج اسی پر بحث کرتی ہوں

بچوں کی پرورش گڑیا کا کھیل نہیں، ایک ایسی ذمہ داری ہے
کہ اگر اس میں ذرہ بھر غفلت کی جائے تو خاندان کے خاندان اور
قوموں کی قومیں تباہ ہو جائیں مسلمانوں کی حالت جو کچھ اسوقت
ہے ان کی بدنصیبی اُن کا افلاس، چال چلن کی خرابی، بداطواری
نالائقی جہالت وغیرہ یہ سب اسی غفلت کا نتیجہ ہے، کیا تم نہیں سمجھ
سکتیں کہ بچے جو کچھ ہماری گودوں میں سیکھیں گے وہی آیندہ چلکر
ان کا طرز عمل ہوگا، اور جو خیالات اس وقت اُنکے دماغ میں پیدا
ہو جائیں گے وہ ایسی عادتیں ہوں گی، کہ صرف موت اُن کو چھٹا
سکتی ہے پس ہر بچہ کی نالائقی اس کی ضد اور اس کے مکروفریب کی
ذمہ دار اس کی ذات نہیں بلکہ اس کی ماں ہے جس نے گود میں اس کو
یہ تمام باتیں سکھا دیں، وہ اگر احتیاط کرتی اور اس کی طبیعت
کو ان عیوب و نقائص سے پاک رکھنے کی کوشش کرتی، تو اسکا لال
لالوں کا لال ہوتا ہم جس وقت کسی نیک سعادتمند اور غریب ہمدرد بچہ
کو دیکھتے ہیں تو کیسا ہمارا جی خوش ہوتا ہے اور بے اختیار دل سے دعا
نکلتی ہے کہ اس کی ماں کا کلیجہ ہمیشہ ٹھنڈا رہے لیکن جس وقت اسکے
برخلاف کسی نالائق جھوٹے شریر بے ڈھنگے بے تمیز بچے کو دیکھتے ہیں
تو فوراً یہ کہتے ہیں کہ کیسی پھوہڑ عورت ہے، جس نے ایسا بچہ اُٹھایا۔ تم
نے یہ مثل تو سنی ہوگی، کہ سگھڑ کی جھاڑو نہ دے، پھوہڑ کا بچہ نہ لے
اس کے کیا معنی ہیں، یہی کہ سگھڑ کی سمجھ میں دوسرے کی جھاڑو وہ ہرگز نہ
کرے گی، وہ جب تک اپنی مرضی سے صفائی نہ کرے گی اس کو صبر
نہ آئیگا، اور پھوہڑ کا بچہ گود میں لینا اپنے کپڑوں کو خراب کرنا ہے

کیچڑ میں لتھڑا پتھڑا مٹی میں سنا بدتمیز ہوگا، تو خوب سمجھ لو کہ اگر ہم اپنے بچوں کی پرورش اچھی طرح کریں گے، تو ایک ہمارا ہی جی خوش نہ ہوگا، بلکہ جو دیکھے گا وہ تعریف کریگا، اور خود ہمارے بچے اپنی زندگی میں اپنی نیک عادتوں سے خوش وخرم رہیں گے

مامتا ایک قدرتی جوش محبت ہے، جو سب ماؤں کے دل میں لہریں لیتی ہے رات کو جس وقت ہم عالم تنہائی میں اپنے کلیجہ کے ٹکڑوں کو بھینچ بھینچ کر لپٹائیں تو ہم کو سب سے پہلے یہ خیال کر لینا چاہیے کہ ان کی پرورش آسان کام نہیں، ہم خواہ ان کو آدمی بنا دیں یا جانور جو کچھ یہ ہم سے سیکھیں گے وہی ان کی زندگی ہوگی، اور وہی اُن کی دنیا، گویا ماں کی زندگی اس کے واسطے سبق ہوگی ماں اس کی ماں بھی ہے استاد بھی ہے، دودھ بھی پلائے سبق بھی دے، ہم سب نے ماں کی گود دیکھی ہے لیکن وہ وقت ہمکو یاد نہیں، ہاں اس سے تھوڑی دور آگے بڑھ کر جو زمانہ آیا وہ ضرور یاد ہے اس شفقت و محبت کو یاد کرو، ماں کی تصویر تمہارے آنکھوں کے سامنے پھر جائے گی، اور ہم کو تسلیم کرنا پڑے گا، کہ جو کچھ سیکھا اسی سے سیکھا، اور اسی طرح اب جو کچھ تم اپنے بچوں کو سکھاؤ گی وہ سیکھیں گے، اس ذمہ داری سے غفلت ایسی غلطی ہے جس کا کوئی علاج نہیں، کیونکہ آیندہ کی نسلیں اس سے برباد ہو نگی اور ایسا نقصان ہوگا کہ جس کی کوئی تلافی نہیں ہو سکتی چوتھی صدی عیسوی کا ذکر ہے کہ افریقہ میں ایک شخص آگسٹن پیدا ہوا اس کی ماں کا نہایت دیندار اور نیک عورت تھی، مگر باپ ایک

لامذہب اور آوارہ آدمی تھا، بدقسمتی سے آگسٹن پر باپ کا اثر زیادہ پڑا اور وہ بھی شریر اور لامذہب ہو گیا۔ بیٹے کی اس حالت کا مونیکا پر بہت گہرا اثر پڑا، وہ اکثر اس کی بدقسمتی پر روتی اور اس کی اصلاح کے واسطے خدا سے دعا کرتی، گو باپ کے اثر نے آگسٹن کی طبیعت میں بُری بُری عادتیں پیدا کر دی تھیں، مگر ماں کی پرورش کا اثر بھی شامل تھا۔ جو کسی طرح زائل نہ ہو سکتا تھا، اور جس کا نتیجہ یہ تھا کہ خود آگسٹن بھی بعض دفعہ اپنی حالت پر افسوس کرتا، اور اپنی زندگی پر نادم ہو جاتا۔ اس نے اپنے حالات کی ایک کتاب لکھی ہے جس میں اسکی کیفیت پوری پوری درج ہے اس کتاب کا نام کنفیشن ہے جب باپ کے اثر سے وہ اپنی زندگی برباد کر چکا تو ماں کا دودھ بھی خالی گیا اور نیک نفس دیندار مونیکا کی گود میں جو خیالات ننھے سے دماغ میں بیٹھ چکے تھے، وہ اب ابھرے اس نے اپنے افعال سے توبہ کی اور خدا کے حضور میں اپنے گناہوں کی معافی مانگی، چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ اے حقیقی آقا تو نے میری ماں کی دعا کو سُنا، اس کی التجا قبول کی میں سمجھتا تھا، اور دیکھتا تھا، کہ جس وقت وہ تیرے حضور میں حاضر ہوتی تھی اور اتنا روتی تھی، کہ وہ جگہ آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی، تو میں اس کی گریہ وزاری سے متاثر ہوتا تھا، یہ صرف اس نیک خصلت ماں کی صحبت کا اثر تھا جس نے مجھ بھولے بھٹکے کو روشنی دکھا کر تیرے حضور میں حاضر کیا۔ تم نے بزرگوں سے سنا ہو گا کہ ماں کی دعا خالی نہیں جاتی جس وقت آگسٹن نے اپنے افعال سے توبہ کی ہے اس روز مونیکا نے خواب میں دیکھا کہ وہ ایک جنگل بیابان میں خاموش کھڑی ہے کہ دفعتہً ایک شخص

نے آکر کہا، مینکا اس قدر خاموش کیوں کھڑی ہے، اس نے جواب دیا، میں
اپنے پیارے آگسٹن کی بربادی پر رو رہی ہوں، اس شخص نے کہا خوش ہوجا
آج سے آگسٹن نے توبہ کی اور اپنی عادتیں چھوڑ دیں، بیویوں غور کرو کہ
ایک بچہ کی بربادی کا اثر ماں پر کتنا تھا، یہ خواب دیکھتے ہی مینکا بچہ کی
تلاش میں روانہ ہوئی، سمندر پار اور جنگل طے کیے اور آخر وہاں تک پہنچی
جہاں اس کا پیارا بیٹا آگسٹن موجود تھا، اس وقت آگسٹن لکھتا ہے رات
ہوچکی تھی۔ اسٹریا کا ایک خوبصورت باغ ہماری آنکھوں کے سامنے
تھا، اور ہم ماں بیٹے خدائے برتر و برحق کی عظمت پر بحث کر رہے تھے دفعتہً
مینکا نے مجھکو گلے لگایا وہ روئی اور کہا میری یہی ایک آرزو تھی کہ میرا
لال دنیا کے واسطے ایک نمونہ ہو اور وہ روح جو میرے دودھ سے پلی ہے دنیا سے
پاک صاف رخصت ہو، آج میری آرزو پوری ہوئی، اب مجھے یہاں رہنے کی
ضرورت نہیں مینکا نے اسی رات انتقال کیا، مگر دیکھو پرورش کے یہی
معنی ہیں کہ ماں اس کی ذمہ داری کو اسی حد تک سمجھے حضور اکرم کا ارشاد ہے
المراۃ راعیۃ علی بیت زوجہا وولدہا عورت اپنے شوہر کے
گھر میں اور اولاد پر حکمراں ہے، جب تم اپنے گھر کی باختیار ملکہ ہو تو اپنے
ہر فرض کو سمجھو اور اسکو پورا کرو، جب قدرت کسی لڑکی کو یہ خدمت سپرد
کرے تو لازم ہے کہ وہ لڑکی ابتدا ہی سے ہر قسم کی احتیاط کو کام میں لائے
شاید پہلے بھی ضمناً یہ کہہ چکی ہوں، کہ ایسے موقع پر بعض لڑکیوں کو قے اور جی
متلانے کی شکایت ہوجاتی ہے، اسکے واسطے میں نے پچھلے
کوئی دوا بھی بتائی تھی اور آج پھر بتاتی ہوں ہر مہرہ، دریائی ناریل
کھوپڑہ اور بیدمشک میں گھس کر پینے سے بہت فائدہ ہے اسی حالت میں

نہیں ہے بلکہ زیادہ کھینچنا کوٹھے پر چڑھنا کسی لمبی کتاب کا پڑھنا یا ایسا گانا سننا بھی ٹھیک نہیں ہے، جو موثر ہو بے انتہا خوشی اور معمولی غصہ بھی مضر ہے۔ لیمپ یا چراغ بجھانے کے بعد جو دھواں نکلتا ہے اس کا بھی پیٹ میں پہنچنا اچھا نہیں متعلقین کا فرض ہے کہ وہ ایسی لڑکی کو جہانتک ممکن ہو رنجیدہ ہونے سے محفوظ رکھیں، تازی ہوا بالخصوص دریا کے قریب کی بہت مفید ہے۔

انگھڑ اور ناتجربہ کار دائیوں کے ہاتھ سے سیکڑوں بچے اور لڑکیاں ضائع ہوتے ہیں، کیونکہ ان دائیوں کو کسی قسم کا علم تو ہوتا نہیں صرف اپنی بڑی بوڑھیوں کو یہ پیشہ کرتے دیکھتی ہیں اور خود بھی دائی ہو جاتی ہیں، بچہ کی پیدائش کے وقت سب سے بڑی مدد قدرت کی ہوتی ہے، اور دائی کا معمولی کام جو ہر عورت کرسکتی ہے کرنا پڑتا ہے لیکن اگر کوئی بات ٹیڑھی پڑ گئی تو یقیناً یہ انگھڑ دائی منہ تکتی رہ جائے گی، اس لیے یہ زیادہ مناسب ہے کہ ایسے موقع پر تجربہ کار پڑھی لکھی دائی کو بلایا جائے، جب تک ایک دو بچہ نہ ہو جائے عورت کو یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ کس کس چیز کی ضرورت کس کس موقع پر ہوگی، بہت سے پہلے ایسے موقع پر بہت سا پرانا گودڑ، کاربالک صابون سے اچھی طرح دھو کر گھر میں تیار رکھنا چاہیے کیونکہ یہ بہت سے کاموں میں آتا ہے زچہ کے واسطے کم از کم چار پرانے مگر اجلے اور صاف جوڑے، ململ کی چار پٹیاں، سر کے دو کسا بے چھ تولیے بچہ کے واسطے وائیولیٹ فیس پوڈر، بورک لوشن فلالین کے چار ٹکڑے یک لنٹ چار سیفٹی پن، چار جوڑی موزے، شہد کی ایک شیشی، اور

ہر وقت گھر میں موجود رہنا چاہیئے۔ بچہ کے واسطے ایک کھٹولا حسب حیثیت جس پر اس کا بچھونا بچھا ہو اور جس میں یہ چیزیں ہوں ضروری ہیں۔ تو شک، ولایتی چھ نہالچے، تین تکئے، بارہ پوتڑے، جو مرکیوری لوشن سے تر کر کے خشک کر دیئے گئے ہوں، اس کے علاوہ ایک ٹب، ایک اسپنج، ایک بکس پوڈر پف، وسمولی تلی کا تیل، ایک بوتل روغن بادام، ایک شیشی، ایک لوٹا، ایک سیلاپچی، بچہ کی پیدائش ہوتے ہی اس کے منہ اور تمام جسم کی میل و آلائش بالکل صاف کر دینا چاہیئے، آنکھ کی صفائی نہایت ضروری ہے، اگر غفلت کی گئی، تو ہمیشہ آنکھ خراب رہے گی۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بچہ پر سردی کا بہت ہی سخت اور فوری اثر ہوتا ہے۔ اس لیے سردی کی حفاظت نہایت ہی ضروری ہے موسم کے اعتبار سے فلالین یا کوئی سوتی کپڑا فوراً اسکو اڑھا دینا چاہیئے اگر ممکن ہو، تو گرم پانی کی بوتل کپڑے میں لپیٹ کر اسکے بچھونوں میں اس کے پاس رکھ دیں، تاکہ ہوا کا زیادہ اثر نہ ہونے پائے۔ اگر بچہ کا جسم نیلا ہو جائے ہونٹ کانپنے لگیں، اور بدن ٹھنڈا ہو جائے تو جان لو کہ ہوا نے اپنا اثر اس کی جلد پر کیا، اور جلد اس کو گرمی پہنچانے کی کوشش کرو۔ ایک پنگورا جیسی خدا توفیق دے بچہ کے واسطے ضرور تیار کرو اس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کے سر کے نیچے ہی تکیہ ہو بلکہ دونو جانب کروٹوں میں تکیاں بھی ضرور ہوں، بچہ کا منہ ڈھکنا غلطی ہے خصوصاً گہوارہ میں۔ کیونکہ تازہ ہوا کی سخت ضرورت ہے، بچہ کو سلانے میں اگر بہت ہی جلد چاہتے ہو

پھوسلانے سے سر میں پیدائش کے وقت جو نقص ہو جاتا ہے
وہ بھی رفع ہو جائیگا بعض بچوں کی چھاتیوں پر ورم ہو جاتا ہی اور
دبانے سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ دودھ سا نکل رہا ہی ایسی حالت میں
روغن زیتون آہستہ آہستہ ملنے سے یہ شکایت رفع ہو جائیگی شروع
شروع میں دو تین وقت تک تیل کی مالش بہت اچھی ہی، نہلانے میں
ناف کی احتیاط نہایت ضروری فرض ہی کیونکہ پانی پڑنے سے
اس کے پک جانے کا اندیشہ ہی پندرہ روز تک تیل کی مالش
اور پانی میں دودھ ملاکر نہلانے سے بچہ کو بہت فائدہ ہوتا ہی، جو بچے
کمزور ہوں انکو پہلے دودھ اور پانی سے اس طرح نہلاؤ کہ ہاتھ
پاؤں کہنی ران ہر ہر عضو کو الگ الگ دھولو، اور پھر روغن زیتون
ملکر فوراً گرم کپڑا اوڑھا دو، دودھ پلانے کے بعد کبھی بچہ کو نہ نہلانا چاہیے
نہلانے کے بعد دودھ پلانا اور دیر تک سونے دینا بہت مفید ہی بچہ کو
اٹھانے میں احتیاط لازم ہی، شانہ کے نیچے بایاں ہاتھ اس طرح
رہے کہ سر اور شانہ ہاتھ پر آجائے اور سیدھا ہاتھ ران اور کمر کے نیچے رکھو
یہ ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے کہ بچہ کے سر کو جھٹکا نہ پہنچنے پائے یہ بہت
خطرہ کی بات ہے پوتڑے باندھنے کا عمدہ طریقہ یہ ہی کہ روئیں دار
ملائم تولیہ کا رومال اس طرح [illegible]

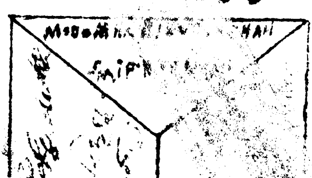

بچے [illegible] بی میں گرفتار رہتے ہیں، کیونکہ انکا لباس

ٹھیک نہیں ہوتا، بعض مائیں انگریزی تقلید میں گردن پر سینکڑوں
موٹی موٹی چُنّتیں کر دیتی ہیں کرتہ تنگ اور چُست ہوتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے
کہ پھیپھڑوں کو اچھی طرح پھیلنے کا موقع نہیں ملتا، ہمارا اپنا لباس
کم موزوں نہیں، بشرطیکہ تنگ نہ ہو، کرتا پاجامہ ڈھیلا ہو، پاؤں میں
موزے ہوں ننھا بچہ اور پوتڑے ایسے کپڑے کے ہوں جو جذب بھی
کر سکیں اور حرارت بھی پہنچا سکیں، خود ماں کا دودھ ہی ایک قسم کا مسہل
ہے لیکن بچہ کو اگر قبض کی شکایت ہو جائے تو ایک چمچہ کیسٹر آئل
تیسرے چوتھے روز دیدینا چاہیے، املتاس کی گھٹی بہت بڑی چیز
ہے اور شیرخشت سے بھی مروڑ پیدا ہونے کا احتمال ہے، بچہ کی
صحت کا دارومدار زیادہ تر ماں کی غذا پر ہی ہے اس لیے ماں کو ایسی
چیزیں جو بچہ کی صحت کے لیے مضر ہوں جب تک وہ دودھ پلاتی ہو
نہ کھانی چاہئیں۔ بغیر ترکاری کا زیادہ گوشت، کچی ترکاریاں، تیز
چاء سخت کافی ثقیل چیزیں ضرور نقصان پہنچائیں گی۔ جہانتک ممکن
ہو ماں کو خود ہی دودھ پلانا چاہیے کیونکہ قدرت کے انتظام کا نقصان
بہت مشکل سے پورا ہوتا ہے، رات کو دس بجے سے پانچ بجے تک بچہ کو
کبھی نہ جگانا چاہیے اور کوشش یہ کرنی چاہیے کہ اس عرصہ میں
جہانتک ممکن ہو بچہ کو بالکل دودھ نہ دے، جب بچہ کو اس کی عادت پڑ جائیگی
تو بہت سی تکلیفوں سے بچ جائیگی، ورنہ بچہ ماں کی جان کو آ جاتا ہے جو رات بھر
چیخ چیخ کر روتی رہتی ہیں دوسروں کو سونے کا موقع نہ دیگی، اگر بچہ رات کو
جاگ اٹھے اور روئے تو ایک چمچہ گنگنا پانی پلا دیجیے، دوسرا پہلو بدلنا
دوسری کروٹ سلا دینے سے بچہ فوراً سو جائیگا، چار گھنٹے سے کم میں

دوبارہ دودھ پلا دینا بچہ کی تندرستی خراب کرتا ہی، ناتجربہ کار مائیں بچوں کو وقت کا پابند نہیں کرتیں اور آگے چل کر سخت تکلیف اٹھاتی ہیں، اگر دودھ پینے کے بعد بچہ کو ہضم نہو اور نکل جائے تو سمجھ لو دودھ میں چربی زیادہ ہی اس کی تدبیر یہ ہی کہ دودھ پلانے سے پہلے ایک چمچہ چونے کے پانی میں بچوں کو پلا دو تاکہ وہ دودھ میں حل ہو کر ہضم میں مدد دے بعض مائیں اپنا دودھ ناکافی سمجھکر بچوں کو شیشی پر لگا دیتی ہیں اور دونو دودھ آدمی اور جانور کا ملکر نقصان پہنچاتے ہیں، اس لیے جب تک اپنا دودھ پلا رہی ہی وہ ہرگز دوسرا دودھ نہ دے اگر ضرورت مجبور کرے تو دو قسم کے دودھ پلانے میں کم از کم دو گھنٹہ کا وقفہ ضرور ہو رنج غصہ اور صدمے کی حالت میں کبھی بچہ کو دودھ نہ پلانا چاہئے ورنہ بچہ بیمار پڑ جائیگا۔ ہم نے ایسی مائیں بھی دیکھی ہیں جو بچہ کو چسنی دینا اچھا سمجھتی ہیں، لیکن منہ میں چسنی دینا بعض دفعہ بہت مضر ہوتا ہی زیادہ تھوک نکلنے سے بچوں کو بدہضمی ہوتی ہی۔

ہمارے ہاں بچہ کو دو برس دودھ پلانے کا حکم ہی اور ڈاکٹر بھی تحقیق سے اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جب تک آٹھ دانت نہ نکل آئیں دودھ نہ چھڑانا چاہئے، دانتوں کا نکلنا ایسا نازک وقت ہی کہ بہت سی مائیں محض اپنی لاپروائی سے معصوم بچوں کو قبر میں پہنچا دیتی ہیں اگر وہ ابتدا سے احتیاط کریں، تو ہرگز دانت نکلنے میں بچوں کو تکلیف نہیں پہنچتی [illegible] ایسی غذاؤں سے جسمیں نشاستہ کا جزو زیادہ ہوتا ہی۔ یا خراب دودھ پلانے سے معدہ بگڑ جاتا ہی اکثر [illegible] سے اکثر امراض خصوصًا ام الصبیان پیدا ہو جاتا ہی جو دانت

کی تکلیف میں اچھی طرح ظاہر ہو جاتا ہے۔ جوں جوں دانت نکلنے شروع ہوں، بچہ کی غذا میں تبدیلی ہونی ضروری ہے، اور اگر اس عرصہ میں کسی قسم کی شکایت بچہ کو ہو جائے تو فوراً اس کا علاج کرنا چاہیے تشنج یا خفیف بخار میں سفوف دار چینی یا کیسٹر آئل دینا بہت اچھا ہے اور ان معمولی شکایتوں کو دفع کرتا ہے دانت نکلتے وقت سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ دودھ وقت مقررہ پر پلانا چاہیے اور اس وقفہ میں اچھی طرح پانی پلانا چاہیے جس قدر زیادہ سے زیادہ ممکن ہو تازہ ہوا پہنچائیں اور غذا ضرورت سے زیادہ نہ کھانے دیں، نہ ایسی چیز دیں، جو دیر ہضم اور ثقیل ہو، دانت نکلنے میں مسوڑوں میں سلسلاہٹ ہوتی ہے۔ ماں ان دنوں میں ایسا کپڑا پہنے جس کا رنگ چھٹتا ہو، کیونکہ بچہ ہر چیز مسوڑوں میں لیجانے کی کوشش کرتا ہے ایسے موقع پر ملیٹھی کی چسنی یا ہاتھی دانت کی انگریزی چسنی مفید ہے افیون کا دینا بچوں کے لیے بہت ہی بُرا ہے جو آیندہ انکو سست و کاہل بنادیتا ہے۔

تقریر ختم ہوئی، تو انجمن کی طرف سے شکریہ ادا کیا گیا، اور نسیمہ بیگم وہاں سے روانہ ہو کر اپنے گھر آئیں۔

(۳۰)

رابعہ کا گھر ہی ہاتھ سے جا رہا تھا ورنہ کجا نسیمہ بیگم اور کجا یہ انجمن کی تقریریں اتنے دنوں بعد جو گھر پہنچیں، تو سب نہال ہو گئے پر محلہ تک کی بیویاں آئیں شکوے ہوئے شکایتیں ہوئیں کسی سے معذرت کی کسی سے معافی مانگی، غرض وہی نسیمہ بیگم وہی بچے، اور وہی اوقات۔

نسیمہ کی شادی کو چودھواں سال تھا پہلوٹھی کی ایک [illegible]

کے بعد جس طرح اس نے خلق اللہ کو فیض پہنچایا، اسی طرح قدرت نے اس کی بیل بڑھائی، وہ اس وقت چھہ بچوں کی ماں تھی، بڑا لڑکا وسیم سولھویں سال میں بی۔اے کی تیاری کر رہا تھا۔ اور اس سے چھوٹی تسنیم تھی تو پندرہ ہی برس میں مگر ماشاءاللہ اس قیامت کا اٹھان تھا، کہ نسیمہ بھی اسکو دیکھہ دیکھکر سہمی جاتی تھی اس سے چھوٹے دو بچے اور دو چھوٹی بچیاں۔

دنیا اپنے کاموں میں مصروف ہے، اور قدرت کے قانون خاموشی کے ساتھ اپنا فرض ادا کر رہے ہیں نسیمہ بیگم کی بیش قیمت زندگی کی صبح دوپہر ہوئی اور بالآخر وہ وقت بھی آپہنچا جب کہ دوپہر ڈھلنی شروع ہوئی اور آفتاب نصف النہار پر آ گیا۔ کل کی بات ہے کہ بی نسیمہ بیگم اس فانی دنیا میں بچہ تھیں اور پھر وہ دن بھی آیا جب دلہن بنکر پھوپھی کے گھر سے رخصت ہو اپنے گھر کی ملکہ اور ساس کی بہو بنیں۔ مگر نسیمہ کی زندگی ایک ایسا دریا تھا جس کی لہریں ہزارہا بندگان خدا کو سیراب کر گئیں ایک چمن تھا جس کے پھول ایک عالم کو معطر کرتے رہے بیٹی بنی تو ہیرا، بیوی بنی تو پارس، ماں بنی تو کندن، اور انسان بنی تو چندن، زندگی کی کسوٹی پر جواہر کی طرح چمکی، اور کوہ نور کی طرح دمکی، دنیا نے اس کے افعال سر آنکھوں پر رکھے اور عالم بالا کی مقدس روحوں نے اس کے اعمال پر تحسین کی، عمر کا بیش بہا حصہ خدا کی عبادت اور خلق خدا کی خدمت میں صرف ہوا تھا، آثار ضعیفی جلد نمودار ہو گئے ہاتھ پاؤں میں وہ کس نہ رہا جسم میں توانائی نہ رہی مرے پر سو درے کہ نزلہ نے اور غضب ڈھایا کہ چاروں ڈاڑھیں نکل گئیں۔

تسنیم کا فکر نسیمہ کے سر پر ہر وقت سوار تھا۔ مگر خوش قسمتی سے یہ فکر زیادہ نہ رہا، اور پھوپھی کی دور اندیشی نے جلد نسیمہ کو اس سے سبکدوش کر دیا۔

لڑکے تو کنبہ میں بہتیرے تھے مگر سب ناکارہ، نالائق اور آوارہ ہاں اس کی حقیقی

ماموں زاد بہن کا لڑکا ایسا غنیمت تھا نسیمہ کی شہرت کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بج رہا تھا، جس نے تسنیم کو چار چاند لگا دیئے، لڑکے والوں کا اشارہ پاتے ہی سنجیدہ نے ہاں کر لی اور تاریخ ٹھہر گئی۔

قسیم بیٹی کے بیاہ پر ایک مہینہ کی چھٹی لیکر آیا، نسیمہ ان پھوہڑ بیویوں میں نہ تھی کہ عین وقت پر شوہر کے آگے مصیبت کا پہاڑ ڈال دیتی۔ تسنیم دو ہی برس کی تھی کہ اس نے آنے والے وقت کو سوچا، اور جو ممکن ہوسکا کبھی ڈوپٹہ، کبھی پاجامہ کبھی قمیص، کبھی مصالحہ لیا، اور اس دن کے واسطے رکھدیا۔ قسیم گھبرا رہا تھا، کہ دیکھئے بیٹی کیا کچھ اٹھوا کر پیچھا چھوڑتی ہے مگر نسیمہ نے چودہ جوڑے نہایت قیمتی ٹکے ٹکائے، سلے سلائے میاں کے آگے ڈال دیئے، بہت سی چیزیں اپنے جہیز کی محفوظ تھیں وہ ملائیں اور زیور کے سوا کوئی بوجھ بھی میاں کے سر پر نہ رکھا وقت کا دن آیا، تو نسیمہ صبح کے وقت ایک کونہ میں بیٹھی تسنیم کی جدائی کا خیال کر رہی تھی، کہ قسیم جڑاؤ گلوبند لیکر آیا، اور کہا بیگم میری رائے میں مالا موقوف کردو آخر دو بچیاں اور بھی تو ہیں۔ ان کا خیال بھی کرنا ضروری ہے۔

نسیمہ کی پندرہ برس کی کمائی تسنیم جیسی بیٹی ماں سے چھوٹ رہی تھی بیٹی کا فراق معمولی بات نہ تھی، سوچ رہی تھی، کہ تسنیم اپنے گھر چلی آنکھ بند کرکے پندرہ برس گزر گئے، میری بچی اس گھر کی مالک نہیں میری مہمان تھی، آج اس کی مہمانداری ختم ہوئی اور وہ مجھ سے میرے گھر سے رخصت ہوتی ہے کیسی غریب بچی جس نے آج تک مجھکو جواب دیا، یا رہا خفا ہوئی، بیسیوں دفعہ گھرکا، اور منہ دیکھکر چپکی ہوگئی یہ اس کے سونے کا کونہ، بیٹھنے کا کمرہ، کپڑوں کی الماری آج سب اس سے جدا ہوتے ہیں اس کا بچپن میرے سامنے ہے، بھائیوں کی ماریں کھائیں باپ کا غصہ سہا، اور کبھی اف نہ کی دو برس کی جان [illegible]

قدر نہ کی، وہ میری محتاج تھی، جو ہاتھ اُٹھا کر دیدیا، وہ کھا لیا۔ جو بنا دیا وہ پہن لیا کیا خبر اب تقدیر اس کو کیا دکھائے، ایک ن کی بیاہی کالے کوسوں پردیس جا رہی ہو میں ہوں گی، میرا گھر ہوگا، میرے بچے ہونگے، مگر اب تسنیم کہاں، نئی دنیا اجنبی لوگ انوکھی باتیں کوئی خبر لانے والا نہ ہوگا، کہ کیا گزری۔ مہینہ بھر بھی تو نہیں ہوا تیسرے پہر کو بھوک لگی، سالن نہ بچا تھا لہسن کی چٹنی سے روٹی کھا، اُٹھ کھڑی ہوئی، میں اب اسکو کیا منہ دکھاؤں، اور کس دل سے رخصت کروں، کلیجہ پر یہ خیال تیر برسا رہے تھے کہ قسیم نے آکر گلو نہ ڈالا، بیتاب ہوگئی، آنسو نکل پڑے قسیم نے پاس آکر تسلی دی، تو دل اور بھر آیا، روتی ہوئی اٹھی اور میاں سے یہ کہکر لپٹ گئی۔

"خدا کا واسطہ میرے زخموں پر نمک نہ چھڑکو۔"

تسنیم کا حصہ آج تمہاری کمائی، اور میرے مال میں سے ختم ہوتا ہے، وہ چھوٹی ہے، یہ ہمارے رحم کا وقت ہے، سرکار میری بچی کو اگر گلو بند بھی نہ دو تو اُف کرنے والی نہیں، مگر سسرال اس کا کلیجہ طعنوں سے چھلنی کر دے گی جو زبان کہہ چکے ہو اس کی تعمیل، اور جو ارادہ کر چکے ہو اسے پورا کرو۔ وہ گھڑی گھڑی تم سے لینے نہ آئے گی گھر اس کے قدموں کو، میں اس کی صورت کو اور ممتا اس کی اداؤں کو ترسے گی۔ مگر وہ مجھ سے ہزاروں کوس دور ہوگی۔ اس کی مسکین صورت بھولی باتیں آنکھ کے سامنے ہونگی، اس کی چیزیں نظر کے روبرو، مگر پیاری تسنیم خدا اسکی عمر دراز کرے میری پاس [illegible] ہوگی فصل کے میوے، موسم کی ترکاریاں، اللہ تمہارے بچوں کو نصیب کرے منہ [illegible] آئیں گی، مگر تسنیم کا حصہ اس میں نہ ہوگا [illegible] ذرا پیا[illegible] گلاس ٹوٹنے پر تم نے خفا ہوئے۔ آج کہتی ہوں خدا کی قسم تسنیم [illegible] تھی، گلاس تسنیم نے توڑا تھا۔ [illegible] س کی زبان تمہارے سامنے نہ اُٹھی، [illegible] ے میں جا کر

رونے لگی، میں نے آواز دی تو اوڑھنی سے آنسو پونچھ میری پیٹھ کے پیچھے آبیٹھی
ساری ساری رات بچوں کو لیے ایک ٹانگ سے پھری ہے۔ اس نے اس گھر کی
خدمت ماماؤں سے زیادہ کی ہے،

اس کا حق کاٹ کر مجھے تکلیف نہ دو

مامتا تسنیم اور نسیمہ دونو کی تھی، بیوی کا یہ بیان اتنا دردانگیز تھا کہ اس کی
بھی روتے روتے ہچکی بندھ گئی، الٹے پاؤں گیا اور مالا لے کر آیا، تو نسیمہ نے
کہا، "تم چونکہ زبان سے کہہ چکے تھے، اور سب کو یہ خبر ہوگئی تھی، کہ مالا جہیز میں ہے اسلیے
نہ دینا مناسب نہ تھا، صرف اس لیے میں نے تم سے کہا لیکن تمہاری رائے
تو نہ دو۔

نسیم میں خود نادم ہوں، کہ جس بات کو زبان سے نکال چکا تھا اس کے
کا خیال میرے دل سے کیوں نکل گیا، اب تم بسم اللہ کرو۔

وداع کے دوسرے روز تسنیم اپنے شوہر کے ساتھ حیدرآباد روانہ ہوئی
دل پر جو کچھ گزری وہ تو وہی اچھی طرح جانتی ہوگی، مگر پانچویں روز کی
یں جب اس کا خط نہ آیا، تو ماں نے جو خط لکھا وہ یہ تھا۔

تسنیم پیاری کو گھر بھر کی دعائیں، تمہارا خیریت سے پہنچنے کا
تار تو آگیا تھا، مگر آج خط نہ آنے سے طرح طرح کے وہم دل میں
آرہے ہیں۔ تسنیم پیاری جس ماں سے تم جیسی بیٹی جدا ہوئی اس کی
کیفیت کا خود ہی اندازہ کرو، یہ دل جواب صرف اس لائق
رہ گیا ہے کہ تمہاری یاد میں تڑپے، اور تمہارے خیال میں
جلے خیریت کے دو حرف لکھکر اس کی پیاس بجھاؤ میں جانتی ہوں
کہ تم خود پریشان ہوگی۔ نیا فراق ہے، اور تازہ جدائی۔۔۔ پ ۔ در

بہن بھائی سب آنکھ کے سامنے ہونگے، مگر بیٹی زندگی کا یہ انقلاب اس
خواب کی تعبیر ہے۔ جو عورت کی روح نے عالم بالا پر دیکھا۔ اور جس پر
حیات نسوانی کا دارومدار ہے، میرا دل دیکھو، تم جیسی بچی جس کو راتوں سینہ
پر لٹایا، اور چھاتی پر کھلایا اس کو اپنے ہاتھوں ہزاروں کوس دور
بھیج خالی ہاتھ ہو بیٹھی، کیا کروں دنیا کا یہی دستور ہے، پھوپھی جان
جیسی ماں جنہوں نے اپنی زندگی مجھ پر مٹا دی، آج ایک شہر میں
بیمار پڑی ہیں اور گھر کے دھندوں، دنیا کے بکھیڑوں سے اتنی
فرصت نہیں کہ گھڑی بھر کو آؤں، مجھ جیسی ہزار مائیں ایسی پھوپی پر
قربان ہوں جو بیماری میں بھی میرا کلمہ پڑھ رہی ہیں، میں ان کے
مقابلہ میں تمہاری آدھی خدمت اور چوتھائی محبت بھی نہ کر سکی
دم بھر نہ دیکھتی تھیں، تو بے چین ہو جاتی تھیں لیکن جدائی اٹل اور فراق اٹل
تھا۔ جن ہاتھوں سے لوریاں دے دے کر چمٹایا تھا۔ ان ہی ہاتھوں
سے پالکی میں سوار کر دیا، نکاح عورت کی شرافت کو پرکھنے کی
ایک کسوٹی ہے، بڑوں کی لاج اور باپ دادا کی عزت اس وقت
عورت کے ہاتھ ہے، مرد کو تکلیف کا سامنا عمر بھر رہتا ہے لیکن
عورت کی آزمائش کا وقت یہی ہے اس کٹھن راستے کی ابتدائی منزلیں
کڑی ہیں، بہت سے طے کر تو لالوں کی لال ہو گی، تم نہ ظاہر
تنہا ہو، مگر تمہیں سادات کا خون تمہارے ساتھ، میر تقی جیسے دادا
اور میر زاہد جیسے نانا کی نشان تمہارے ہاتھ، مفلسی میں صبر، رنج میں
شکر، سختی پر خوش، زیادتی پر خاموش، ہر حال میں راضی، ہر حالت
میں رضا، عورتوں کا شیوہ ہے، مصیبت سے گھبرانا، آفت سے اکتانا

لاپروائی سے نہ رہیں، بے اعتنائی سے بدحواس جو شرافت نہیں

تسنیم پیاری! گوارہ یہ ایک نعمت تھی وہ بے فکری کے دن اور اطمینان کی راتیں ماں کی دہلیز اور باپ کے گھر پر ختم ہو گئے اصلی گھر وہی تھا جہاں پہنچ گئیں، یہ کوچ تھا وہ مقام، یہ پردیس تھا وہ دیس، یہ سفر تھا وہ گھر، یہاں کی محبتیں جھوٹی تھیں یہاں کے تعلق عارضی، یہاں کی باتیں یہاں تھیں اور وہاں کے معاملے وہاں اب جو بوؤ گی وہ کاٹو گی، جو کرو گی وہ پاؤ گی، میں ماں تھی ناز برداری میرا کام اور خوشامد میرا جوش محبت تھا، مگر ساس غیر ہیں، نکتہ چینی اُن کی طبیعت اور اعتراض ان کی طینت ہو گی میں ہنساتی تھی اور روتی تھی وہ رلائیں گی اور ہنسیں گی، نئے دلوں میں گھر کرنا آسان نہ ہو، مگر مشکل بھی نہیں، اطاعت کے میٹھے پھل اور خدمت کے شیریں ثمر تمہارے سامنے موجود ہیں۔ بہن بھائیوں کا خیال اور ماں باپ کی محبت ختم کر دو، یہ رشتے وہاں کام آنے والے نہیں ہاں تازہ عزیزوں اور بزرگ وجودوں کی آنکھیں تمہاری اس نئی زندگی پر لگی ہوئی ہیں تسنیم پیاری بہت نازک وقت ہے ایسا نہ ہو کہ بزرگوں کی نظریں ناشاد واپس ہوں اور ہماری امیدیں نامراد رہیں۔

(۴۱)

تسنیم کی شادی کو سترہواں دن تھا کہ وسیم کے امتحان کی کامیابی کا تار آیا اس کی شادی کا التواء [illegible] کا انتظار تھا تسیم کی چھٹی [illegible] تھے بیٹی والوں نے تقاضہ کیا [illegible] بی رضامند ہو گئی اور شادی [illegible]

شروع ہوئیں، نکاح سے دو روز قبل صبح کے وقت ایک روز نسیمہ نے سمدھن سے اپنے آنے کی اجازت مانگی، وہ بے چارے اگلے زمانے کے لوگ ان باتوں کو کیا سمجھتے لڑکی کی ماں پریشان ہوگئیں بے وقت سمدھن کا آنا کیسا، طرح طرح کے وہم آنے لگے، کہلا تو بھیجا، کہ بوا پوچھو انے کی کیا ضرورت تھی، تمہارا گھر ہے شوق سے آجائیں مگر دل کا اللہ ہی حافظ تھا، کبھی یہ خیال ہوتا تھا کہ کسی نے لگائی بجھائی کی کبھی یہ سوچتی تھیں کہ بات الگ ہوگی کسی پر غصہ کسی پر خفگی۔ اس پر بھی صبر نہ آیا تو دلہن ہی کے سر ہوگئیں، کہ تجھ جیسی منحوس بیٹی خدا دشمن کو نہ دے، اول تو کوئی بات ہی ڈھنگ کی نہ جڑی، اور جو بلی کے بھاگوں ایک آدھ جگہ چھینکا ٹوٹا تو وہاں یہ پتھر پڑے، خبر نہیں کونسا بھاگوان وقت ہوگا، جو تو اس گھر سے غارت ہوگی ہمارا ہی تقدیر میں وہ پتھر بھی تھے کہ کسی طرح سرکائے نہیں سرکتے، دن کی بھوک رات کی نیند سب اُڑ گئی، مگر تم کمبختیں کسی طرح نہیں اُڑتیں، میں تو پہلے ہی کہتی تھی، کہ بیل منڈھے چڑھنے والی نہیں، کجا وہ لوگ پوتڑوں کے رئیس اصل نسل سید گھر کے مالدار، کوئی ڈپٹی کوئی تحصیلدار، کہاں ہم بدنصیب دن بھر کبوتر، رات بھر تاش اور شطرنج۔

بچاری بگڑ رہی تھیں کہ نسیمہ بیگم کی سواری پہنچی، دیکھتے ہی رنگ فق ہوگیا گلے تو ملیں، مگر بیٹھی ہوئی منہ تک رہی ہیں کہ دیکھئے بیٹی کی تقدیر کا کیا فیصلہ ہوتا ہے کچھ دیر تک نسیمہ ادھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی، مگر سمدھن کیا خاک جواب دیتیں پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے، جوں جوں دیر لگتی تھی ان غریب کا خون خشک ہو رہا تھا، آخر تاب ضبط نہ رہی، تو کہہ ہی دیا، کہ آپ نے یہ بے وقت کیوں تکلیف فرمائی خیر تو ہے؟

نسیمہ ۔۔۔ خدا کا شکر ہے کچھ باتیں ایسی تھیں کہ جن کے طے کرنے

واسطے میرا آپ کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری تھا، زمانہ کی رسم کے بموجب شاید آپ صاحبزادی صاحبہ کا آنا میرے سامنے پسند نہ کریں، گو میری ہزار دفعہ کی دیکھی اور میری آنکھوں کے سامنے چھوٹی سے بڑی ہوئی ہے۔ ابھی تین مہینے بھی نہیں ہوئے کہ پھوپھی جان کے ہاں ملی تھی، مگر اتنی عنایت ضرور کیجئے کہ انکو بھی اس گفتگو کے سننے کا موقعہ دیدیجئے تاکہ اُن کی رائے بھی شامل ہو جائے اب تو دلہن کی اماں کی باچھیں کھل گئیں کمرہ کی پشت پر کوٹھری تھی، دلہن اسمیں بیٹھی تھی، کہنے لگیں آپ شوق سے فرمائیے وہ یہاں موجود ہے یہ سنکر نسیمہ نے کہا بہن اگر کوئی بات مرضی کے خلاف ہو، تو اسوقت کہدینا۔ تاکہ دل صاف ہو جائے، ہمارے ہاں سب سے بڑی غلطی یہ ہوتی ہے، کہ اگر کوئی بات ناگوار بھی گزرے تو اسکو پی کر دل میں بل لے بیٹھتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہیل پڑتے پڑتے بیل ہو جاتا ہے، میں خدا کا شکر ہے تین لڑکیوں کی ماں ہوں، اور آج پانچ دن ہوئے کہ ایک بیٹی کو بیاہ چکی ہوں، اس لیے مجھے یہ بہو بیٹی سے کم عزیز نہ ہوگی اور مجھے تعجب ہوتا ہے ان ساسوں پر جو بیٹیوں کی ماہونے پر بھی بہوؤں کو بیٹیاں نہیں سمجھتیں آپ کو معلوم ہے میں نے تسنیم کے ہاں تمام فضول رسمیں اُڑا دی تھیں، چالے جنکو میں اس لحاظ سے برا نہیں سمجھتی، کہ لڑکی کا دل دو نو جگہ آمدورفت میں زیادہ نہ گھبرائیے، اور وہ سسرال سے اچھی طرح مانوس ہو جائے، مگر اس لیے کہ اس میں بھی فضول روپیہ صرف ہوتا ہے، میں نے پسند نہ کئے اور چونکہ دولہا کی چھٹی ختم ہو رہی تھی، نکاح کے تیسرے ہی روز تسنیم حیدرآباد روانہ ہو گئی تاہم وہ لوگ بہت سی اگلی باتوں کے پابند تھے، اور میں نے ان کی دلشکنی مناسب سمجھی، لیکن آپ سے اتنا ضرور کہونگی، کہ اگر آپ پسند کریں تو روپیہ کو ضائع نہ کریں، میں زیور کو بھی اگر آپ ناخوش نہ ہوں، تو زیادہ پسند نہیں کرتی۔ سونا

آج ہم پچیس روپے تولہ لیتے ہیں لیکن جب بازار میں بیچتے ہیں، تو ٹانکے کی وجہ سے تئیس اور بائیس کے دام اٹھتے ہیں، میرا خیال یہ ہے کہ آپ کو جو کچھ لڑکی کو دینا ہو اور جو کچھ میں پیش کروں، اس سب کی کوئی جائداد لڑکی کے نام کی ہو جائے تاکہ وقت بے وقت کے واسطے ایک سہارا ہو، آپ فرمائیے تو میں پانسو آدمیوں کی برات اور ہزار سے زیادہ سمدھنیں لے آؤں، مگر کیا فائدہ ہے۔ سیدھے سادے طریقے پر مسنون نکاح ہو جائے۔

سمدھن بوا مجھے تمہاری رائے سے تو اتفاق ہے۔ مگر آج کل کی لڑکیاں زیور کو زیادہ پسند کرتی ہیں، اور وہ نگوڑی دلہن ہی کیا جس کی انگلی میں انگوٹھی بھی نہ ہو

نسیمہ یہ معمولی زیور جو آپ مناسب سمجھیں دیدیجئے میں اسکو منع نہیں کرتی۔

سمدھن۔ اچھا تو میں اس کا جواب سوچ کر دوں گی۔

نسیمہ دو پہر تک ٹھہری اور اس کے بعد اپنے گھر آگئی، ساس کی گفتگو کا اثر بہو پر بھی ہوا، اور گو مشکل سے متفق ہوئی تھی، مگر بیٹی نے رضامند کر لیا، اور میاں وسیم کی شادی میں جو کچھ فریقین کا صرف ہوتا، اس کی جائداد لڑکی کے نام خرید لی گئی

(۳۲)

شادی کے بعد اب نسیم کو بیٹے کی ملازمت کا فکر ہوا، حکام سے تعلقات دیرینہ اور اچھے تھے، باپ دادا کی خدمات بھی کم نہ تھیں، اپنا ذاتی اثر بھی معقول تھا تحصیلداری کا ملنا کچھ ایسی بڑی بات نہ تھی، مگر اتفاق کی بات کہ دو سال نامزد ہوا، اور دونوں دفعہ ناکام رہا۔ نسیم نے اس ناکامی کو معمولی بات سمجھا۔ مگر وسیم کا دل کھٹا ہو گیا، اور وہ بیرسٹری کے واسطے تیار ہوا، بیوی کی زنجیر پاؤں میں ضرور تھی، مگر دونو سمجھدار تھے شادی اس ارادے میں حائل نہ ہوئی، بیوی بھی سمجھ گئی کہ تین چار برس آنکھ بند کرکے گزر جائیں گے، مگر نوکری کی غلامی سے تو عمر بھر کو اطمینان ہو گا۔

نسیمہ کی ضعیفی ... تھا، اور اس کا دل خوشی سے گوارا نہ کرتا تھا، کہ اس وقت میں بیٹے کو اتنے عرصے کے لیے جدا کرے، مگر شوہر کا اصرار بیٹے کی التجا ہو کی رضامندی ہاں کرتے ہی بنی، اور سفر کی تیاریاں شروع ہوگئیں، روانگی کا دن آیا تو قسیم بھی یہاں موجود تھا، مغرب کے وقت وسیم تیار ہو کر آیا، ادھر ماں نے نماز مغرب کا سلام پھیرا، ادھر اس نے ماں کے پاؤں کو بوسہ دیا بیٹے کا سر کلیجے سے لگایا ماتھے پر پیار کیا، دعا دی۔ اُٹھی اور دروازے تک پہنچانے آئی، چپکے چپکے کچھ دعا پڑھی، وسیم سلام کو جھکا تو دم کیا، دل امڈا چلا آرہا تھا مگر ضبط سے کام لے رہی تھی، وسیم کی آنکھ میں اسوقت آنسو دیکھ کر اور بھی بیتاب ہوئی رک رک کر ... کہا۔

خدا حافظ اللہ عمر میں برکت دے، کامیاب کرے، اسلام پر ثابت قدم رکھے۔

وسیم ماں کی گود میں سر رکھے کھڑا تھا، ہاتھ اس کی گردن میں تھا اور آنسو گر رہے تھے۔ لیکن نسیمہ گو عورت تھی، مگر جانتی تھی کہ میری حالت اس کے سامنے خراب ہوئی تو رستے بھر پریشان رہے گا، طبیعت زیادہ بگڑنے لگی، تو کمر پر ہاتھ رکھکر زور سے بھینچا اور آواز کو روکے اندر کے کمرہ میں آروتی ہوئی پلنگ پر گر پڑی۔

وسیم کا خط ہر ڈاک میں بلاناغہ آتا رہا، مگر تسنیم اور وسیم دو بچوں کی جدائی نے گو وہ عارضی تھی نسیمہ کی کمر ہمت توڑ دی، بیوی کی یہ کیفیت دیکھکر قسیم نے بھی دو سال کی رخصت لی، جہاں تک ممکن ہوتا، بیوی کا دل بہلاتا، اس کو سمجھاتا اور غم غلط کرتا وسیم تین امتحانوں میں کامیاب ہو چکا تھا، صرف ایک آخری امتحان باقی تھا، ماں کو ایک ایک دن ایک ایک سال ہو گیا، وہ درحقیقت اپنی زندگی سے مایوس ہو چکی تھی، کوئی خاص مرض تو نہ تھا، مگر کمر میں ہر وقت درد رہتا تھا۔

کی ہمیشہ شکایت رہی، چلتی تو سانس پھولتا، اٹھتی تو چکر آتے۔

خدا خدا کر کے جدائی کا زمانہ ختم ہوا، وسیم آخری امتحان میں کامیاب ہوا، تو نسیمہ سجدۂ شکر بجا لائی، آدھی رات کے قریب تار آیا تھا، اٹھی وضو کیا، دو رکعت نماز ادا کی، اور دیر تک بیٹھی روتی رہی، رو چکی تو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے، اور کہا مولا تیری کس کس نعمت کا شکر ادا کروں، مجھ جیسی ناکارہ انسان پر ایسے ایسے اکرام اور رحم و کرم، تیری ذات تجھ ہی کو سزاوار ہے، وسیم میری زندگی میں کامیاب ہوا تیرا فضل شامل حال ہے، تو میرا لال قریب ہے، کہ میرا کلیجہ ٹھنڈا کرے۔ اب آرزو ہے کہ ان بچوں کو زندہ چھوڑ کر تیری خدمت میں حاضر ہوں۔

وسیم واپس آیا ہے، تو گو گاڑی کے آنے کا وقت سوا نو تھا، مگر ماستا د ما نو بجے ہی سے دروازے میں آکھڑی ہوئی تھی، وسیم ماں کے خیالات اور اس کی عادت سے اچھی طرح واقف تھا، رستے ہی میں کپڑے بدل سیدھا سادھا مسلمان بنا دروازے میں داخل ہوا۔

تو اتنے میں آگے نظر جو پڑی

تو دیکھا کہ رستے میں ہے ماں کھڑی

نسیمہ کا دل پہلے ہی بھرا آ رہا تھا، بچہ کی صورت دیکھتے ہی آنکھیں جو چار برس سے اس کی صورت کو ترس رہی تھیں بلبلا اٹھیں، وسیم سے بھی ضبط نہ ہو سکا۔

وہ رو رو کے دوا بر غم یوں ملے کہ جس طرح ساون سے بھادوں ملے

رونا دھونا ختم ہوا، تو سب نے مل کر کھانا کھایا ماں کی داستان مصیبت باپ کی زبانی سنکر وسیم بہت رویا اور آدھی رات حرف و حکایات میں بسر ہو گئی، دو بجے کے قریب سب پڑ کر سوئے، مگر چار بھی نہ بجے ہونگے کہ وسیم گھبرا کر اٹھا، تے کی دست آیا، ماں اور باپ دونو گھبرا گئے، ڈاکٹروں کو بلایا، حکیم آئے، دوا، درمن

ٹھنڈا اپنی کرنی میں کسر نہ رکھی، مگر نسیمہ کی جان وسیم جو صرف ایک دن کا مہمان تھا، شام سے پہلے ختم ہو گیا۔

(۴۴)

جس ماں کی آنکھوں کے سامنے سے وسیم جیسا کڑیل جوان اُٹھ جائے اُسی کے دل سے پوچھنا چاہیے، کہ کیا گزر گئی، سچ یہ ہے کہ وسیم خود مر کر زندگی کے تمام جھگڑوں سے چھوٹ گیا۔ مگر ماں کو زندہ در گور کر گیا، رات رات بھر جیتی بیٹھی رہتی پلک سے پلک جھپکانی حرام تھی اور سارے سارے دن گم سم بنی رہتی کھانا [illegible] دانہ اُڑ کر منہ میں نہ جاتا، ایک لمحہ کو بھی لال کا خیال اسکے دل سے دور نہ [illegible] ہر وقت اس کی تصویر آنکھوں کے سامنے تھی، روتے روتے دونو آنکھوں میں ناسور پڑ گئے، مگر ممتا کا وہ دریا جو آنسو بنکر بہتا تھا کسی طرح ختم نہ ہوا۔ دنیا آنکھوں میں اندھیر تھی قبرستان میں جاتی قبر پر بیٹھتی، روتی، اور کہتی۔ بڑھیا ماں زندہ ہے اور کلیجہ کا ٹکڑا ہزاروں من مٹی کے نیچے جا سویا، دیوانوں کی طرح ایک ایک کے منہ کو تکتی اور بچوں کی طرح بلک بلک کر روتی۔ کس کا کھانا پینا، اور کہاں کا اوڑھنا پہننا وہ تھی اور وسیم کی یاد کیسا ہنسنا بولنا اور کدھر کا ملنا جلنا وہ تھی اور اسکا دل ناشاد، زندگی وبال اور جنجال ہو گیا، عالم خیال میں کبھی دل خود بخود تسکین دیتا، کہ نہیں وسیم زندہ ہے، بازار گیا ہے، اب آتا ہوگا کلیجہ سے لگاؤں گی، پلٹوں گی لپٹاؤں گی۔ بیقرار ہو کر دروازے [illegible] جاتی اور [illegible] بے اختیار ہو کر آپ ہی آپ چیختی "آہ! وسیم کہاں"،

[illegible] ذرہ ذرہ تغیر کر رہا تھا، موسم بدلے فصلیں ختم ہوئیں، راتیں آئیں اور گئیں [illegible] ڈوبے، کلیاں چٹک چٹک کر کھلیں اور پھول کھل کھل کر مرجھائے [illegible] کچھ ہو گئی، زمانہ کہیں سے کہیں پہنچا۔ مگر نہ تغیر ہوا اگر تو [illegible] کی جا[illegible] [illegible] ہے تو اس کی یاد اور سوتی ہے، [illegible]

چمن پر نہ مائل نہ گل پر نظر ۔ وہی سامنے صورت گئی ہوں پہر

دن بہر کی روئی دہوئی رات کو بھوکی پیاسی اس کی تصویر کلیجے سے لگا کر اس امید پر پڑ رہتی کہ زندہ صورت نظر نہ آئی ۔ تو خواب میں دیکھہ لوں گی ، ایک دفعہ اسی اضطراب میں آنکھہ لگ گئی ، تو کیا دیکھتی ہی ، کہ میرزا ہد کھڑے ہیں اور نسیمہ ہاتھ جوڑ گڑگڑا کر کہہ رہی ہی ، مجھے ایک دفعہ وسیم کی صورت دکھا دو ، میرزا ہد نے بیٹی کو تسلی دی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک ایسے مقام پر لے گئے جہاں نور کے فرشتے چاروں طرف پھر رہے تھے اور لاتعداد روحیں اپنے اعمال و افعال کی جزا و سزا میں مصروف تھیں دفعتہً ان نورانی فرشتوں نے اس حکم کے ذریعہ سے جو قادر ذو الجلال کا تھا ، نزول رحمت شروع کیا اور ہر روح کے پاس سدا بہار پھولوں کے گلدستے جنکی مہک تمام میدان کو معطر کر رہی تھی پہنچائے ، نسیمہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے بچہ کو دیکھہ رہی تھی مگر کہیں نظر نہ آتا تھا ، بمشکل تمام ایک طرف نظر پڑی تو دیکھا کہ کڑکڑاتے جاڑوں میں وسیم مہین ململ کا کرتہ پہنے تھر تھر کانپ رہا ہو ، دانت بجوا رہا ہی ۔ ہاتھ پاؤں پھٹ رہے ہیں اور خون بہہ رہا ہی عذاب کے فرشتے ٹھنڈے پانی میں وسیم کو غوطے دے رہے ہیں اور اس کی گریہ و زاری پر مطلق رحم نہیں کرتے نسیمہ بے تابانہ آگے بڑہی کہ فرشتوں کو روکے مگر باپ نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا ایک قدم آگے بڑہنے کی اجازت نہیں ہی ، وہیں کھڑی چیختی اور پیٹتی رہی مگر جو کیا وہ بے سود اور جو کہا وہ بیکار ، جب نورانی فرشتے نزول رحمت کر چکے تو باواز بلند کہا یہ تمہارا وہ حصہ تھا ، جو دنیا والوں نے تمکو بھیجا ، یکایک ایک خاص روشنی نمودار ہوئی تمام فرشتے سجدے میں گر پڑے اور ان کے سردار نے یہ صدا دی ، آج محبوب ذوالجلال کی پیدائش کا دن ہی ، تمہارے عذاب کم کیے جاتے ہیں ، تمہاری التجائیں قبول ہونگی ، اور تمہاری درخواستیں منظور ہیں تو جو کہنا ہی کہو ، ہر روح نے اپنا اپنا ہاتھ

پیغام پہنچانے، جب وسیم کا وقت آیا تو اس نے کہا، مقدس نورانی فرشتوں! میری ماں میری یاد میں تڑپ رہی ہوگی، اس کی زندگی میرے دم سے تھی۔ میں اس کی خدمت کا ارمان اپنے دل میں لایا۔ اس کی حسرت دیدار میرے ساتھ ہے اور خواہش ملاقات میرے پاس، اگر رحم کرو، تو ایک دفعہ چند لمحے کے واسطے اس کی صورت دکھا دو۔ فرشتے نے اس خواہش کے پورا کرنے سے انکار کیا، اور کہا دنیا والے اپنے عزیزوں کو انواع و اقسام کے تحفے بھیج رہے ہیں، جو تیرے سامنے ان روحوں کو پہنچائے جاتے ہیں، مگر تیرے کسی عزیز نے آج تک تجھے کچھ نہیں بھیجا، شاید تو بھی ان ہی لوگوں میں سے ہے، جن کے پھول اور چالیسویں پر منوں بریانی متنجن آتے ہیں، تیری ماں یہاں موجود ہے ہم تجھکو اس کی صورت دکھا دیتے ہیں مگر اس کے صلہ میں تجھکو ایک ہزار برس سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔ وسیم فرشتہ کی یہ صدا سنکر کچھ دیر خاموش رہا اور پھر کانپتی ہوئی آواز میں کہا مجھے منظور ہے، میری ماں کی صورت دکھا دو، فرشتہ وسیم کو ادھر لے کر آیا، تو نسیمہ نے بیٹے کی طرف سے منہ پھیر لیا، ماں کی یہ حالت دیکھکر وسیم کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے اور اس نے فرشتے سے کہا، بس چلو اور اپنا عذاب شروع کرو۔

اتنا سنتے ہی نسیمہ کی آنکھ کھل گئی، تو موذن اذان دے رہا تھا۔

خواب کیا ایک برما تھا جس نے تمام کلیجہ چھلنی کر ڈالا جس صورت کے دیدار کو مہینوں سے تڑپ رہی تھی۔ اس کا اس حال میں نظر آنا، بیٹے کی محبت کا یہ درجہ اور ماں کی سنگدلی کی یہ حد کہ الامان والحفیظ۔

سنبھلتی تھی مگر کسی پہلو چین نہ ملتا تھا، دل کو سنبھالتی تھی، مگر ظالم کروٹ آرام نہ دیتا تھا۔ وسیم کی مصیبت اور خواب کی حالت کچھ ایسی ذہن نشین ہوئی کہ ہوشیار ہو کر بھی اس کے پاس دوڑی، ہاتھ پھیلائے، مگر کچھ نہ تھا، سنبھلی

کڑ کڑ کھڑ اتی، اور گرمی، اب صبح صادق کا سہانا وقت تھا، پرندے اپنے معبود کی تسبیح میں مصروف تھے تارے جھلملا چکے تھے، چاند ہرسم پڑ چکا تھا۔ پو پھٹ رہی تھی اور نسیمہ اس خیال میں آسمان پر ٹکٹکی باندھے لیٹی تھی، کہ شاید اس زبردست انقلاب میں وسیم کی صورت پھر نظر آجائے، قسیم بیوی کی حالت دیر سے بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ اور گو اس کی کیفیت اتنی بدتر نہ تھی، مگر وسیم کی موت نے کمر اس کی بھی توڑ دی تھی۔ اُٹھا بیوی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، اور کہا اُٹھو نماز قضا ہو رہی ہے، پانی گرم ہو گیا۔ نسیمہ کی حالت بالکل ایسی تھی، جیسے کوئی ظالم کسی بچے کے ہاتھ سے کھلونا چھین لے، نماز کا نام سنکر اُٹھی، مگر قسیم کی صورت دیکھتے ہی تمام ماجرا آنکھ کے سامنے آگیا، ایک چیخ ماری اور یہ کہکر گر پڑی۔

وسیم کو ٹھنڈے پانی کا عذاب اور میں گرم پانی سے وضو کروں۔

قسیم پانی لایا وضو کروایا، اسی حالت میں وقتی ہوئی نماز پڑھتی رہی، پڑھ چکی تو کہا ذرا ڈولی منگوا دو، پھوپھی جان کے ہاں جاؤں گی، تمہارا جی چاہے تم بھی چلے چلو

قسیم ابھی منگواتا ہوں، اور میں بھی چلتا ہوں۔

(۴۴)

سنجیدہ کی عمر اس وقت سو سے زیادہ تھی اور گو ہاتھ پاؤں جواب دے چکے تھے، مگر زبان اور دماغ بدستور کام کر رہے تھے اور وسیم کی خبر موت سنجیدہ تک گیا صبح ہونے سے پہلے تمام شہر میں مشہور ہو چکی تھی، سنجیدہ نے جس وقت یہ سنا تو کامل دو گھنٹہ بیہوش رہی ہے، مگر بھتیجی کے پاس جانے کے قابل نہ تھی، کئی دفعہ کہلا بھیجا مگر اس بدنصیب کو اپنا ہی ہوش نہ تھا، پھوپھی کے حکم کی تعمیل تو کیا خاک کرتی لیکن سنجیدہ وہ پھوپی تھی جس نے نسیمہ کو ماں کی شفقت بھری گود قطعی بھلا دی اور [illegible] بر اِک سمجھ [illegible] تھا، اس کی [illegible] جھپٹی، تم بھیجن

ہوجاتی یہ تو وہ مصیبت تھی جس نے تکلیفوں کا خاتمہ اور مصائب کا تکملہ کردیا، سنجیدہ کی حالت جو کبھی نہ ہوتی وہ تھوڑی تھی مچھلی کی طرح پلنگ پر پڑی تڑپتی، اور مرغ گرفتار کی طرح قفس میں پھڑپھڑا پھڑپھڑا کر چپ ہوجاتی، کئی دفعہ ارادہ کیا کہ کسی طرح گھسٹ گھسٹا ڈولی میں بیٹھ جاؤں مگر دونوں ٹانگیں ایسی رہی تھیں کہ جنبش قسم تھی ہر وقت اسی ادھیڑ بن میں اور رات دن اسی خیال میں مستغرق تھی کہ سامنے سے نسیمہ آتی ہوئی دکھائی دی بدنصیب بھتیجی کا دکھائی دینا تھا کہ سنجیدہ کا دل بھر آیا ادہر نسیمہ پھوپھی کی صورت دیکھتے ہی تڑپ اُٹھی دوڑ کر گلے لپٹی سنجیدہ کے دونوں ہاتھ نسیمہ کے گلے میں تھے اور اس کا سر پھوپھی کے سینہ پر ایک دو دفعہ نہیں بارہا نسیمہ نے اسی طرح پھوپھی کے گلے لگ کر اس کا کلیجہ ٹھنڈا کیا ہوگا، مگر کسے معلوم تھا کہ تقدیر سنجیدہ کو یہ وقت بھی دکھائے گی کہ اسے بھتیجی کو اس طرح گلے لگانا بھی ہوگا کہ وسیم جیسا جوان بیٹا ہمیشہ کو چھوٹ کر اس کو مردہ بنائے ہوگا آنکھیں اس کے فراق میں جھڑیاں بہائیں گی، اور سنجیدہ ان آنسوؤں کو پونچھے گی، دیر تک دونوں کی دونوں لپٹی روتی رہیں، آخر سنجیدہ نے نسیمہ کا سر اُٹھایا، تو اس نے خواب سنایا سنجیدہ سن چکی تو کہا "مجھ سے زیادہ بدنصیب عورت کون ہوگی کہ یہ صدمے سہنے کو اب تک زندہ رہی کیا خبر تھی کہ مجھے یہ داغ بھی کلیجے پر لیجانا ہے، تم جو کچھ بھی کرو کم اور تھوڑا ہے، تم پر جو کچھ گذری وہ اولاد والی مائیں اچھی طرح جانتی ہیں۔ میں تم کو رنج سے منع نہیں کرتی یہ رنج تو بڑا اور ایسا آیا کہ جان لیکر جائیگا۔ روؤگی اور جب تک زندہ ہو اسوقت تک روؤ گی، مگر وسیم کی موت معمولی بات نہیں ایک زبردست ہاتھ اس کی تہ میں ہے کس کا مقصد، کہاں کی ہچکی، کہاں کا شہد اور کدھر کا شربت، سب قدرت کے کھیل ہیں، ہوا ہو رہا ہے، اور ہوگا، دنیا دار الاخرت ہے مصیبت میں صبر، رنج میں تحمل، تکلیف میں شکر ہمارا کام، رضا پر راضی حکم پر حاضر، فرض پر تعمیل، ارشاد کی

تعمیل ہمارا شیوہ، بات وہ ہو، کہ شان عبودیت ہاتھ سے نہ جائے، اور کام وہ کہ انسانیت کے ظرف پر حرف نہ آئے، روؤ مگر آنسوؤں سے، رنج کرو مگر دل میں، تیوری پر بل نہ ہو رونے میں بین نہ ہو، عبادت میں کمی نہیں، ریاضت میں فرق نہیں، جو پڑ گئی وہ جھیل لی، جو ہو گیا وہ ہو گیا۔ یہ ہے جوہر انسانیت، ان کانٹوں کی تہ میں پھول اور ان داغوں کی آڑ میں باغ ہیں، اجاڑنا تمہارا کام، اور توڑنا تمہارے ہاتھ، زندگی فانی دنیا ناپائدار یہ جدائی عارضی ہے، عالم بالا کے دروازے کھلے ہوئے ہیں نسیم کی روح وہاں موجود، تم سے ملنے کو بیقرار تمہارے دیکھنے کا انتظار، ملنے کی تدبیر ہو صلاحت کی تجویز اب تمہارا کام ہے، اجل سر پر سوار ہے، موت کے لیے طیار رہو، اطمینان سے سوؤ اور آرام سے ملو۔

عبادت سے اس کشت کو آب دو
کہ واں جا کے خرمن ہی تیار لو

امام غزالیؒ نے موت پر ایک بحث کی ہے، فرماتے ہیں عمر بن عبدالعزیز کے بعد انکی بیوی فاطمہ نے دنیا ترک کی، اور شوہر کی قبر پر جا بیٹھیں، سال بھر وہاں رہیں مگر کب تک دنیا کے تعلقات پیچھا چھوڑتے۔ جب چلنے لگیں تو ایک آواز سنی۔

"فاطمہ شوہر مل گیا"۔

بیٹی تم اپنے ہاتھوں امید کا ایک حصہ بگاڑ چکیں، محبت اسی کا نام ہے۔ ماتا اسی کو کہتے ہیں، کہ منظور بچے اور مرحوم لال کو تمہاری وجہ سے یہ عذاب پہنچے، وہ آج تمہاری عنایت کا محتاج اور تمہارے کرم کا دست نگر ہے، میں کسی لائق نہیں ہوں مگر وہی ہوں جو دے سکتی ہوں وہ پہنچا رہی ہوں جو ممکن ہے۔ یہ تمہاری آزمائش کا وقت اور سنبھلنے کا موقع ہے، بگڑ گئیں، تو بچہ کا ملنا کیسا دونو جہان سے گئی گزری ہوئیں نسیمہ بیگم وہ کام نہ کرو، کہ دنیا کے ساتھ دین بھی برباد ہو۔ خدا کی رضامندی مشکل نہیں ہے، بکس مخلوق خدا تمہاری آنکھ کے سامنے ہے ان ۔۔ ل، ہ، حمیتہ، تو بیڑا

بار ہی۔ ان کی خدمت میں مغفرت اور ان سے محبت خدا کی عنایت کا پہلا سبق ہی کر
نسیمہ ہوشیار ہو جا اور سنبھل جا، غریبوں کے پھٹے کپڑے، مریضوں کی ناتوان
ہڈیاں یتیموں کے گرد آلود چہرے، رانڈوں کی بدنصیب صورتیں اور اپاہجوں کے
زخم زخموں کے کیڑے تجھ کو تیرے لال سے ملا دینگے۔

سنجیدہ کی تقریر گرتی ہوئی دیوار کو ایک اڑواڑ یا پھولوں کے جو گرد ایک باڑ تھی
جس نے نسیمہ کے پہاڑ کو سر کا اس کے خیالات کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا، غور کرتی ہی
تو درحقیقت جو چاند پردۂ دنیا سے چھپ چکا تھا، وہ اب بساط آخرت پر نمودار
ہوا تھا، ضرورت یہ تھی، کہ ماں اب اپنے تمام ارمانوں کو اس وقت پر موقوف کرتی
ت ایسے کام ساتھ لیجاتی، جو وسیم کو اس سے ملوا دیتے۔ آنکھیں روشن
اور کلیجہ ٹھنڈا کرتی۔ یہ گریہ وزاری بے چینی و بے قراری بے سود و بیکار تھی، وسیم کا
جسد خاکی مٹی ہو چکا تھا، اب اگر کچھ توقع تھی تو روح سے جو ماں کے کاموں کو بیتابی سے
دیکھ رہی تھی۔ نسیمہ نے پھوپھی سے تو کچھ نہ کہا، مگر اس کے الفاظ سینہ میں چبھ گئے
اور دل میں اتر گئے، کچھ دیر خاموش رہی اور پھر ڈولی منگوا کر چلی آئی، آ کر بیٹھی ہی تھی کہ ادھر
بہو سلام کو آئی، ادھر پوتے آ کر چمٹے، بہو کو دعا دینی ضرور تھی، مگر دعا کے ساتھ ہی خیال
آیا، کہ میں ماں ہوں، میری ممتا ہی، کلیجہ کا ٹکڑا تھا، دنیا کے سب عیش کر چکی، مگر یہ بدنصیب
چار پانچ برس کی بیاہی، جس نے میاں کی بہار دیکھی نہ بچوں کا سکھ، کیسی برباد ہوئی
اسکو رانڈ بٹھا کر مٹی پلید کرنا سخت ظلم اور کبیرہ گناہ ہی، میں جانتی ہوں یہ باہر کے لوگ ہیں
ان کے ہاں بیوہ کا نکاح سخت عیب ہی، مگر فانکحوا الایامی منکم حکم صریح ہی گھبرا
دل ہی دل میں ہانپتا، کہ میری زندگی میں وسیم کی دلہن مجھ سے چھوٹے، بچے میرا گھر سونا کر جائیں
اور پرائی دہلیز پر جا کر پڑیں، مگر یقیناً اس کا عذاب مجھ پر ہوگا، دل میں یہ باتیں کرتے کرتے
وہ ... اور ... دلہن ... بلا کر ان سے کہا، یہ تمہاری صاحبزادی بیٹھی ہیں میری تقدیر

میں جو ہونا تھا وہ ہوگیا، مگر یہ بچہ ہے اس نے ابھی دنیا کا کیا دیکھا ہے، چھ برس میں دو مہینے بھی لگ کر میاں کے ساتھ نہ رہی۔ دنیا اسکے واسطے دوزخ اور زندگی اسکے لیے مصیبت ہو گی میں جانتی ہوں آپ لوگ رسم و رواج کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں، مگر میرا دل دیکھئے کہ آپنے اپنی بچی کو وسیم کے واسطے دلہن بنایا، اور میں اپنے ہاتھ سے اپنی بہو کو غیر کے لیے دلہن بناتی ہوں، وسیم میاں مر کر چھوٹے انکے بچے مرے ہوئے بچے کی نشانی سر بدلے کا سر ہیں، ان کو جب دیکھ لونگی میری مامتا ٹھنڈی ہو جائیگی رحیم النساء کا لڑکا عارف ساٹھ روپے کا نوکر کہاں ما پتیا نیک، اصل نسل نکاح کا خواہشمند اور یہاں راضی ہے میں نے اسکو بھی بلا بھیجا ہے، آپ کی موجودگی میں اب ان کہنے دولہا کے یہاں رخصت سمدھن تو خاموش ہیں مگر بہو کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ اتنے میں تم آ کر کہا، قاضی جی اور میاں عارف دونو آ گئے، بہو کی رضامندی حاصل کر نسیمہ نے اجازت دی، نکاح ہو چکا تو نسیمہ نے اپنے ہاتھ سے بہو کو نہلا دھلا دلہن بنایا اور کہا بیٹی دنیا کا یہی دستور ہے، چند روز میں دنیا تم کو یہ صدمہ بہلا دے گی، گو میرا دل نہیں مانتا، کہ وسیم کے بچے مجھ سے جدا ہوں لیکن میں کہیاری کس دل سے تمہاری مامتا کو چھڑاؤں، اللہ تمکو اپنے بچے پالنے نصیب کرے، ہاں انکو روزانہ میرے پاس بھیج دیا کرنا۔ کہ ان کی صورتیں میرے زخم پر مرہم رکھیں گی۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ پرائی اولاد پرائی ہوتی ہے۔ ان کی ناز برداری دوسرا باپ کیوں کرنے لگا یہ پچیس ہزار کی جائداد جو مجھ کو مہر میں ملی ہے ان بچوں کی پرورش کے لیے ان کے نام منتقل کرتی ہوں، تم سے بہتر اس کا امین کون ہو گا خدا ان بچوں کی عمر دراز کرے

ان سے [illegible] اور تمہارا کلیجہ ٹھنڈا رہے [illegible]

گاڑی تیار ہے بسم اللہ کرو، بظاہر تمہارا تعلق اس گھر سے قطع ہو گیا تاکہ میں زندہ ہوں، یہ گھر تمہارا ہے۔ خدا ان بچوں کو زندہ رکھے [illegible]

نسیمہ اب تک تم میری فرمانبردار تھیں لیکن آج سے میں تمہاری خدمت گزار ہوں۔ مجھے بچوں کی صورت کو نہ بھڑکانا۔ وسیم کے لال تمہارے پاس میری امانت ہیں۔ میرا دل خوش رکھنا۔ بدنصیب ماں ہوں جوان بچہ ہمیشہ کو چھوٹ چکا ہے۔ دکھے ہوئے دل سے دعا دوں گی، پھولو گی، پھلو گی، خوش رہو گی۔

بہو کی ہچکی بندھی ہوئی تھی، نسیمہ نے اٹھ کر گلے لگایا، بچوں کو پیار کیا، بیٹا بیوں پیر پوسے ڈیوے دروازے تک ساتھ آئی، اور بہو کو بچوں سمیت دوسرے شوہر کے یہاں رخصت کیا۔

(۳۵)

نسیمہ لاکھ سنبھلنے کی کوشش کرتی تھی، مگر دل اندر سے بیٹھا جاتا تھا، دونو وقت یتیم خانہ کے بچوں کا کھانا خود پکا کر بھیجتی، طالب علموں کے کپڑے اپنے ہاتھ سے سیتی، رانڈوں کے مہینے، محتاجوں کے روزینے مقرر کردیئے، جب زیادہ گھبراتی وسیم کی یاد بہت بیتاب کرتی تو یتیم بچوں کو بلا کر ان سے دل بہلاتی، عید سے ایک دن قبل کا ذکر ہے کہ پڑوس کا ایک بچہ جس کے تمام عزیز و اقارب مرچکے تھے نو برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کرچکا تھا اور جس نے تیسوں روزے رکھے تھے تین چار مہینے سے جوڑ جکڑ پونے دو روپے کا کرتہ پاجامہ کا کپڑا لایا۔ اور پیسے پاس نہ تھے کہ درزی سے سلوا سکتا، مگر ننھے سے دل میں عید کی خوشیاں لہریں لے رہی تھیں، درزی سے کہا میں تمکو ایک پیسہ روز کر کے سلائی دیدونگا، درزی کو بیسوں کپڑے سینے تھے گھبرا کر کپڑا پھینک دیا، معصوم کپڑا لیے چاروں طرف پھر رہا تھا کہ شاید کوئی میری عید منوادے، سوچتے سوچتے نسیمہ کا خیال آیا، سیدھا دوڑا آ پہنچا، بچہ ہونے لگا، نسیمہ گھر میں تھی، تسنیم نے ساری داستان سنی، اور دیکھا کہ وہ بن باپ کا بچہ بن ماں کے معصوم کی تمام خوشی خاک میں مل گئی ہے اور

ہو کر چلا گیا اور مسجد میں جا کر پڑ رہا، دو بجے کے قریب نسیمہ پھوپھی کے ہاں سے لوٹی تو تسنیم نے باتوں باتوں میں یہ واقعہ بھی دہرا دیا، نسیمہ کی آنکھ میں آنسو آ گئے بیٹی سے کچھ نہ کہا صرف اتنا پوچھا، وہ بچہ کہاں رہتا ہے۔

تسنیم یہ تو مجھے خبر نہیں، کیوں کیا اب ڈھونڈھنے جاؤ گی۔

نسیمہ نہیں یونہی پوچھتی ہوں۔

تسنیم اسی سامنے والی مسجد میں شاید کہہ رہا تھا۔ جب تسنیم سو گئی، تو نسیمہ نے آ کر تسنیم کو جگانے کی کوشش کی، مگر جب وہ نہ اٹھ سکا تو خیال آیا کہ میں اپنی وجہ سے ان کو کیوں تکلیف دوں، ماما کا برقعہ سر پر ڈال باہر آئی اور مسجد کے دروازے پر پہنچی، دنیا عالم خواب میں تھی، مگر وہ نو برس کی جان اپنے چار گز لٹھے کو بغل میں دبائے جاگ رہا تھا، نسیمہ کی آواز سنتے ہی دوڑا ہوا دروازے پر آیا کنڈی کھولی تو نسیمہ نے کہا میاں تم کپڑا لیکر میرے پاس گئے تھے وہ کیا کیا۔

بچہ ۔ یہ رہا، کسی نے بھی نہ سیا، آپ سی دینگی؟ نسیمہ کو بچہ کے اس بھولپن پر ایسا پیار آیا، کہ اس نے جھک کر گلے لگا لیا، پیار کیا، اور کہا ہاں میاں لاؤ میں ابھی صبح تک تمہارے کپڑے تیار کر دوں گی، آؤ تم بھی میرے ساتھ آ جاؤ۔

بچے کو لے گھر آئی، دونو کپڑے کرتے آنکھ سے اچھی طرح سجھائی نہ دیتا تھا، مگر جس طرح ہو سکا، کرتہ پاجامہ تیار کیا، بچہ بھی برابر بیٹھا جاگتا رہا، دھاگا ختم ہو جاتا تھا تو پرو دیتا تھا۔ تیار کر چکی تو اس کا ہاتھ منہ دھلایا، کپڑے پہنائے گود میں لیا پیار کیا اور ایک دم چونکی پانچ بج چکے تھے، رات بھر کی جاگی نسیمہ لیٹی تو آنکھ لگ گئی دیکھتی ہے تو وسیم اسکے کلیجے سے لپٹا ہوا ہے اور چاروں طرف سے پاک روحیں اس کی کامیابی پر مبارکباد دے رہی ہیں، اس خوشی میں آنکھ کھل گئی، تو دل اندر سے باغ باغ تھا۔ مہینوں کی محنت وصول ہو گئی، اور نسیمہ کو یقین ہو گیا، کہ وسیم کے ملنے کا ذریعہ صرف بچوں کی محبت ہے

اس میں کلام نہیں کہ نسیمہ کی عمر کا یہ حصہ لاجواب گزرا، حالت میں آسمان زمین کا فرق تھا، مگر دو بخار جو آنکھوں کے ذریعے سے نکل رہا تھا ضبط کرتے ہی جسم پر نمودار ہو گیا اکثر حرارت رہتی، اور گو قسیم نے بیوی کے علاج میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا مگر نسیمہ کی حالت روز بروز ردی ہوتی گئی اور آخرکار اسکو اپنی موت کا یقین ہو گیا مرنے سے چار روز پہلے اس نے تمام عزیز و اقارب سہیلیاں ہنیلیاں شاگرد سب کو جمع کیا، اور اُن کے سامنے کہا۔

بہنوں! میں نے آج تم سب کو تکلیف دی، مگر مجبور ہوں جی چاہتا تھا کہ ایک دفعہ تمہاری صورتیں اور دیکھ لوں موت کی تمنا نہ پہلے درست نہیں مگر مجھے اپنی موت کا یقین ہے۔ اس لیے ضرور تھا کہ سب سے ملکر رخصت ہوتی، میں آجتک چوں برس چار مہینے اور اٹھارہ دن اس دنیا میں رہی، یہ عرصہ کہنے کو بہت بڑا، اور ظاہر میں خاصا بہت ہے۔ مگر انسان جو فانی دنیا کے جلوؤں پر مٹا ہوا ہے، آنکھ بند کر کے گزار دیتا ہے یہی حال آج میرا ہے چھپن برس کے قریب زندہ رہی مگر جینے سے دل سیر نہ ہوا وقت کافی زمانہ معقول اور عرصہ پورا ہے، مگر ہر کام ادھورا اور ہر بات ناقص اور ہر معاملہ غیر مکمل چھوڑ رہی ہوں، گویا نہ موت آنی تھی نہ مجھے جانا، بیکار آئی بار دیگران ہی، شرمسار مرتی ہوں، اور گنہگار جاتی ہوں اعمال کی بھلائی اور افعال کی کمائی میرے ساتھ ہوتی، مگر کچھ نہیں ابتدائی پانچ سات سال کا حال تو یاد نہیں مگر جب سے ہوش سنبھالا ایک کام بھی ڈھنگ کا نہ کیا، پھوپھی جان جیسی شفیق ماں کی خدمت جنہوں نے اپنی زندگی مجھ پر برباد کی مجھ سے نہ ہو سکی، کہنے کو جگ گزر گئے، مگر ابھی بیہودہ وقت بیکار ہے میں انکی سختی سے جواب دیتی تھی اور روز انکو دق کر جاتی ہیں

آج یہ ہاتھ پاؤں جنپر گھمنڈ تھا بیکار ہیں، اور عمر جس پر ناز تھا ختم ہو گئی
مگر اس کی یادگار آج ندامت و پشیمانی میرے پاس ہیں، اور اب
رونے کے سوا کوئی چارہ نہیں، اماجان کی نصیحتیں میں نے کیں
اباجان کے حکم بارہا میں نے ٹالے بہن بھائیوں نے شفقت مجھہ سے
نہ ہوئی، بڑوں کی اطاعت میں نے نہ کی، آہ اے عمر گزشتہ اس
کٹھن رستے میں جہاں ایک ایک قدم اٹھنا مصیبت ہے تو نے غفلت کا
ایسا انبار سر پر رکھدیا کہ کسی طرح ہلکا نہیں ہوتا، ماما میں مجھہ سے ناخوش
لونڈیاں مجھہ سے نالاں، نوکر مجھہ سے پریشان الہ العلمین الامان
الاماں! اس وقت نسیمہ کی ہچکی بندھی ہوئی تھی اور بیویوں میں سے
کوئی بھی ایسی نہ تھی جو نہ رو رہی ہو، کچھہ ضبط کیا، اور پھر سلسلہ شروع
کیا " کل کی بات ہے کہ پھوپی جان نے مجھہ کو پالکی میں سوار کرایا اکثر عورتیں
بیسوں عورتیں، سفید بالوں والی مجھے رخصت کرنے میں شریک تھیں
آج وہ سب قبروں میں جا سوئیں اور میرا سر سارا سفید ہو گیا یہ انقلاب
قدم قدم پر مجھے موت کا سبق دے رہے تھے لیکن غفلت کی انتہا
بیخبری کی حد، کہ کبھی بھولے سے بھی موت کا خیال نہ آیا، پندرہ برس
کی بیاہی آئی، چالیس برس اس محلہ میں رہ چلی، مگر ایک کو بھی پوری
طرح خوش نہ کر سکی، اماجان اللہ غریق رحمت کرے کون کہہ سکتا ہے کہ
مجھہ سے خوش گئیں یا رنجیدہ رابعہ ہاجرہ دو نو نندیں میرے سپرد تھیں
مگر انکا حق خدمت کچھہ بھی ادا نہ ہوا، بے موقعہ گھر کا بلا وجہ ڈانٹا
بے سبب خفا ہوئی خواہ مخواہ بگڑی، اب دیکھتی ہوں تو اس غصہ
میں اصلاح کا خیال کم، نفسانیت زیادہ تھی، مگر مجھے ہوش کہاں تھا

سے امید ہے کہ یہ مردہ علاج پر عذاب ... ... اور عبداللہ میری غلطیوں کو معاف کر دینگی۔

نندیں یہ سنتے ہی چیخیں مار کر بھاوج کے ... پر گر پڑیں، اور کہا خدارا بھابی جان یہ نہ فرمائیے، آپ ... کو ہمارے دل سے بھلا دیا، آپنے ہمکو انسان بنایا، اور ہم آپکی بدولت دنیا میں رہنے کے قابل ہوئے

دونوں نندوں کو نسیمہ نے گلے لگایا، اور پھر کہنا شروع کیا، کنبہ کی ایک ونہیں بیسوں اللہ کی بندیاں میرے رحم کی مستحق تھیں محلہ کی بہت سی مخلوق بھوکی سوئی، اور میں نے پیٹ بھر کے مسافر میرے در سے خالی گئے، یتیم میری چوکھٹ سے ناکام پھرے، رانڈوں نے اس بند ہونے والی زبان سے جھڑکیاں سنیں، بڑی بوڑھیوں نے میرے طعنے سہے، نوکروں نے میرے غصے اٹھائے ہائے اللہ گناہوں کی گٹھری تنی بڑی، رحم آقا رحم۔

ایک متفقہ آواز نکلی

اے بیگم۔ تیرے روئیں روئیں میں خدا جانے دے، ہم کو بے کس نہ چھوڑ، یتیموں کا باپ تو، رانڈوں کی وارث تو، اپاہجوں کا سہارا مفلسوں کا گذارہ، تو اے بیگم تو،

نسیمہ اس کے بعد کچھہ اور کہنا چاہتی تھی مگر تکان زیادہ ہوئی، بخار شدت سے چڑھا، اور بولنے کی ہمت نہ رہی، بیویوں نے اسکی بلائیں لیں، بچوں نے اسکو دعائیں دیں، شام قریب تھی، بیویاں روتی ہوئی اپنے گھروں کو سوار ہوئیں، رات کے ... بجے بخار کچھہ ہلکا

ہوا تو نسیمہ نے قسیم کو اپنے پاس بلایا، اور کہا۔

نسیمہ: خوش نصیب ہوں میں بیوی کہ تمہارے ہاتھوں آج [illegible] ہوتی ہوں، جس چہرے سے گھونگٹ اٹھایا تھا، اس کو اپنے ہاتھ سے خاک میں چھپا دینا، سیاہ بال تمہارے گھر میں سفید ہوئے اور جوانی تمہارے سامنے بڑھاپے سے بدل گئی، تم آملتے میں کیسی تھی تمہارا زیادہ اور حق بڑا تھا۔ مگر ہزاروں مرتبہ بگڑی ہوں اور برا بھلا کہا کر آج اپنے بچوں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہتی ہوں، اپنی خطا [illegible] اسکو معاف کر دینا، تاکہ خدا کے حضور میں تمہاری گنہگار نہ ہوں۔ قسیم بیوی کی زبان سے اتنا سنتے ہی بیتاب ہو گیا، روتا ہوا اٹھا، اسکے ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگائے اور کہا۔

قسیم: تم جیسی بیوی دنیا چراغ لیکر ڈھونڈھے تو نہ ملے گی، تم نے وہ کیا کہ میرا دل تمکو دعائیں دے رہا ہے، تم نے مجھکو پچاس روپیہ کی نوکری سے صدر الصدور بنایا، اور جس گھر میں کتے لوٹتے تھے، تمہارے دم سے آج گلزار بنا ہوا ہے، میرا منہ نہیں کہ تمہارا شکریہ ادا کرسکوں، ہاں میں تم سے نادم ہوں، اور اس خیال سے جو بلول میں نے کیا۔ میری روح کانپ رہی ہے، نسیمہ بیگم اپنے بچوں کا صدقہ مرے ہوئے وسیم کا صدقہ مجھے بخش دے، نسیمہ نے شوہر کا ہاتھ اپنے سر پر رکھا، اپنے ہاتھوں سے اسکے آنسو پونچھے، اور کہا خدا تمکو معاف کرے، میں پہلے ہی معاف کر چکی ہوں، اور پھر کہتی ہوں میں نے معاف کیا۔ اب میں تم سے التجا کہتی ہوں، کہ میرے بعد ضرورت تمکو دوسرے

کرے تو بے شک کرلینا میں منہ [illegible] ن دو معصوم بچیاں
تمہاری محتاج چھوڑتی ہوں، لڑ [illegible] یں اور کماتا دہن
مگر یہ بھولی چڑیاں سوتیلی ماکے [illegible] ں ہستی نسیم ان کی
پرورش کریگی، ماں کا بچھوا چھوٹتے ہی بعد نسیم سے بہتر رفیق کا
کون ہوگا وہ دشمنوں میں انکی دوست اور بدخواہی میں ان کی بہترین
خیر خواہ ہوگی، تمہاری تنخواہ میں سے جو کچھ بچ کر آجتک جمع ہوا ہے
وہ یہ دس ہزار کے نوٹ ہیں، جو ان دونوں کی شادی کے واسطے
محفوظ تھے اور اب تمہارے سپرد کرتی ہوں، بچے ہوشیار ہیں، مگر میرے
بعد دیوار سے سر پھوڑیں گے، ان کو کلیجہ سے لگا کر رکھنا، اگر میدان
حشر میں ملاقات ہوتی ہے، تو اپنے بچوں کے دکھ کا مواخذہ
تم سے ضرور کروں گی۔

بخار پھر تیز ہوا اور بارہ بجے تک ۱۰۰ درجے سے کچھ زیادہ تھا، نسیم
ماں کے پاؤں سے اور قسیم بیوی کے ہاتھ سے آنکھیں مل رہا تھا، کہ نسیمہ خاموش
ہوگئی۔ صبح کے وقت جب قسیم بالکل ہی ناامید ہوگیا، تو ایک چمچہ شربت لیکر
بیوی کے پاس آیا۔ اس وقت نسیمہ نے اس کے آگے ہاتھ جوڑے آنکھوں سے
قصور کی معافی چاہی۔ قسیم شربت دینا چاہتا تھا کہ اس نے شوہر کا ہاتھ ہٹا
دیا، اور یہ کہکر خاموش ہوگئی۔

دیکھو میرے لال کی روح میرے استقبال کو آئی۔ وسیم ہاتھ
[illegible] پھیلائے بچے گود میں لینے کھڑا ہے